منافق کی حقیقت

از قلم

حضرت علامہ

سید ارشد سعید کاظمی

شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ انوار العلوم، ملتان

☆............ناشر............☆

کاظمی پبلی کیشنز، انوار العلوم، ملتان

نام کتاب	منافق کی حقیقت
مصنف	حضرت علامہ صاحبزادہ سید ارشد سعید کاظمی
بار	اول
ہدیہ	30روپے
صفحاتِ کتاب	64
سِنِ اشاعت	ستمبر 2009ء
بائنڈر	بھٹی بک بائنڈنگ پروپرائیٹر شاکر حسین

☆ ملنے کا پتہ ☆

مکتبہ مہریہ کاظمیہ متصل جامعہ اسلامیہ انوار العلوم، ملتان

ضیاء القرآن پبلی کیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور۔ کراچی

فرید بک سٹال، ۳۸، اردو بازار، لاہور

اِسلامک بک کارپوریشن، فضل داد پلازہ، اِقبال روڈ، نزد کمیٹی چوک، راولپنڈی

کتاب خانہ حاجی نیاز احمد، بوہڑ گیٹ، ملتان

کتب خانہ حاجی مشتاق احمد، اندرون بوہڑ گیٹ، ملتان

احمد بک کارپوریشن، اِقبال روڈ، نزد کمیٹی چوک، راولپنڈی

مکتبہ حسنیہ نزد سبزی منڈی، بہاولپور

المدینہ کتب خانہ بالمقابل اے سی آفس علی پور مظفر گڑھ

مکتبۃ المدینہ، اندرون بوہڑ گیٹ، ملتان

فہرست عنوانات

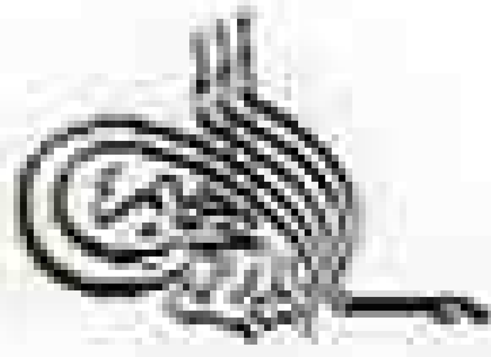
عرضِ ناشر

زیرِ نظر مقالہ مسمّی بہ "منافق کی حقیقت" یہ اصل میں حضرت علامہ سید ارشد سعید کاظمی دامت برکاتہم القدسیہ شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ انوار العلوم ملتان کا ایک ریکارڈ شدہ درسِ قرآن ہے جسے کیسٹ سے نقل کر کے تقریر سے تحریر کے قالب میں ڈھالا گیا ہے۔

اس میں اس بات کا بھی خیال رکھا گیا ہے کہ تقریر کا رنگ برقرار رہے۔ مگر بعض مقامات پر بربنائے ضرورت تحریر کی صورت بھی اپنائی گئی ہے۔ قرآن و حدیث کے ترجمہ و حوالہ جات کو بھی اس صورت میں برقرار رکھا گیا ہے کہ قارئین سے تخاطب کا انداز موجود رہے اور دورانِ مطالعہ قارئین اس بات سے محظوظ ہوتے رہیں کہ وہ بھی براہِ راست آپ کے مخاطب ہیں۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب قبلہ نے اپنے اسلوبِ بیان کی انفرادیت برقرار رکھتے ہوئے اس انتہائی مشکل اور عقیدہ و عمل کے فساد میں مرکزی حیثیت رکھنے والے مسئلہ کو قرآن و حدیث کے حوالہ جات کی روشنی میں بڑے احسن اور آسان انداز میں پیش کیا ہے تاکہ کھرے اور کھوٹے میں بآسانی تمیز کی جاسکے اور گمراہ کن فرق اور توہینِ رسالت کے مرتکب عناصر سے دور رہ کر اپنی قیمتی متاع وابدی نعمت دولتِ ایمان کا تحفظ کیا جاسکے۔

دُعا ہے کہ اللہ رب العزت حضرت موصوف کے جدتِ بیان میں اور اضافہ فرمائے اور آپ اپنے اسلاف کی دیرینہ روایات کے مطابق ملت کی راہنمائی کا فریضہ سرانجام دیتے رہیں۔ آمین!

فقیر حافظ محمد عبد الرزاق نقشبندی عفی اللہ عنہ



اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ O بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ O يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ قُلِ اسْتَهْزِءُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ (پ۱۰، س۹، التوبۃ آیت ۶۴)

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ الْاَمِيْنُ

وان اللّٰه تعالٰى عزوجل قال فى شان حبيبه مُخْبِرًا وَّاٰمِرًا

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا O اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ وَصَلِّ عَلَيْهِ

برادرانِ اسلام!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

آج ہمارا موضوعِ سخن ہے۔ "منافق کی حقیقت"

یہ درسِ قرآن ہوسکتا ہے۔ قدرے طویل ہوجائے کیونکہ اس میں بہت سے ایسے امور بھی واضح کئے جائیں گے، ممکن ہے وہ اس سے پہلے آپ کی سماعت سے نہ گزرے ہوں۔ ہم اپنے اس موضوع کے لئے بطورِ استشہاد قرآنی آیات اور متعدد احادیث مبارکہ پیش کریں گے۔

سب سے پہلے تو یہ بات ذہن نشین کرلیجئے کہ منافق کسے کہتے ہیں؟

بر دست اس سلسلہ میں ہم دنیائے عرب کی عظیم لغت "لسان العرب" کا ایک خلاصہ پیش کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔

"منافق کو منافق کہنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ جنگلی چوہے کی طرح نفاق دکھلاتا ہے اور جنگلی چوہے کا نفاق یہ ہے کہ اس کے کئی بل ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک جس کا نام نافقاء ہے، جب شکاری اس کے پیچھے دوڑتا ہے تو وہ اس میں داخل ہو جاتا ہے اور شکاری اس کے انتظار میں رہتا ہے کہ وہ ابھی نکلے گا مگر وہ اپنے دوسرے بل قاصعاء سے نکل جاتا ہے۔"

پس اس نے اپنے جس بل سے دھوکہ دیا اس کا نام نافقاء پڑ گیا نیز نافقاء کی وضاحت اس طرح بھی کی گئی ہے کہ یہ جنگلی چوہے کا وہ خفیہ بل ہوتا ہے جو اس نے اس نوعیت کا بنایا ہوتا ہے کہ وہ زمین کی سطح سے دکھلائی نہیں دیتا مگر ہنگامی طور پر وہ اس میں سر مار کر چیرتا ہوا نکل جاتا ہے۔

الغرض جس بل کے ذریعے سے وہ دھوکہ دیتا ہے اس کا نام نافقاء ہے جو کہ نفاق سے ہے۔ واضح رہے کہ اس چوہے کے تقریباً سات بل ہوتے ہیں اور ہر ایک کا الگ الگ نام ہے۔ جس کی تفصیل جاننے کے لئے لسان العرب صفحہ ۳۵۹ ج ۱۰ ملاحظہ فرمائیں۔

یعنی منافق در حقیقت اسے کہتے ہیں جو دوغلا ہو، باطن کے خلاف اظہار کرنے والا۔ دورُخا، دشمنی چھپا کر دوستی کا دم بھرنے والا، زبان سے ایمان کا اقرار کر کے اندر کفر چھپانے والا یعنی بظاہر اچھائی لیکن بباطن برائی کرنے والا۔

"منافق" نفق سے ہے۔ عربی زبان میں جہاں کہیں بھی شروع میں ن ف اصلی آئے ہیں وہاں خروج اور ذہاب (نکل جانے) کے معنی پائے گئے ہیں۔

جس طرح کہا جاتا ہے کہ نَفَرَ وہ بھاگ گیا۔ نَفَقَ وہ لوگوں کو چیرتا ہوا نکل گیا۔ منافق میں نون اور فاء اصلی پہلے آ رہے ہیں کہ وہ منافق ایک روپ سے دوسرا روپ اختیار کر لیتا ہے۔ سرنگ کو بھی اس لئے نفق کہا جاتا ہے کہ وہ بھی ایک طرف کو چیرتی ہوئی دوسری طرف نکل جاتی ہے۔

منافق اعلانیہ مسلمان ہو کر بھی مائل بکفر ہیں۔ ظاہر کچھ کرتے ہیں اور باطن میں کچھ اور ہیں۔ اصل میں یہی منافقت ہے۔ رب العالمین نے منافقت کی مذمت اس انداز پر بھی فرمائی قرآن مجید میں ہے۔

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ○ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلٰوتِهِمْ سَاهُوْنَ ○
الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ ○ (سورۃ ماعون۔ آیت ۴ تا ۶)

تو خرابی ہے ان نمازیوں کے لئے جو اپنی نماز سے غافل ہیں۔
یہ وہ لوگ ہیں جو ریا کاری کرتے ہیں (ریا کاری کرنا یہ بھی منافقت ہے)

منافق درحقیقت دکھلاوا کر کے دھوکہ دیتا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے۔

يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ (وہ منافق اللہ کو دھوکہ دیتے ہیں)

مخادعة: دراصل ماخوذ ہے خدع الضب سے خَدَعَ کا معنی ہے دھوکہ دیا۔ ضب کہتے ہیں گوہ کو۔ خَدَعَ الضَّبُّ یعنی گوہ نے دھوکہ دیا۔

گوہ ایک جانور ہے جو بعض اوقات راستوں پر نظر بھی آ جاتا ہے۔ اس کی پانچ انگلیاں بھی ہوتی ہیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کا کھانا جائز ہے جبکہ احناف کے نزدیک حرام ہے کہ میرے آقا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے کھانے سے منع فرمایا ہے۔ (ابوداؤد شریف)

یہ ایک فقہی اختلاف ہے جو کہ الگ بحث کا متقاضی ہے۔ پھر بھی اتنا عرض ہے کہ میرے آقا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہِ اقدس میں گوہ روست کر کے پیش کی گئی تو آپ A نے اسے تناول نہ فرمایا بلکہ لکڑی سے اس کی انگلیاں شمار فرمائیں اور فرمایا کہ ایک امت مسخ ہو گئی تھی ہو سکتا ہے کہ وہ اسی صورت میں ہوئی ہو۔ (یہ نہیں کہ وہ امت یہ ہے بلکہ اس کی شکل میں مسخ ہوئی تھی) (سنن ابن ماجہ ۲۳۱ باب الضب)

کیونکہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ جو امت مسخ ہوئی، کسی دوسری شکل میں بدل گئی، کچھ بندر بن گئے اور کچھ خنزیر وغیرہ تو وہ امت تین دن سے زیادہ زندہ نہ رہ سکی نہ یہ کہ وہ۔ جس کی صورت میں مسخ ہوئی وہ بھی ختم ہو گئی۔ میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ منافقت درحقیقت دوغلاپن اور دورخے پن کا نام ہے۔

اقسام نفاق

"نفاق کی دو قسمیں ہیں"

(۱) نفاق فی العمل (۲) نفاق فی العقیدہ

(۱) نفاق فی العمل یعنی عقیدہ تو ٹھیک ہو لیکن عمل اس کے برعکس ہو یعنی عقیدہ جس کا جو بھی ہو وہی ظاہر کرتا ہو تو وہ اپنے عمل میں منافق نہیں۔

میرے آقا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا

اربع من کن فیہ کان منافقا خالصا

جس شخص میں یہ چار خصلتیں پائی جائیں گی وہ پکا منافق ہو گا۔

(۱) اذا اؤتمن خان جب امین بنایا جائے تو خیانت سے کام لے۔

(۲) اذا حدث کذب جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔

(۳) اذا عاھد غدر جب وعدے کرے تو بے وفائی کرے۔

(۴) اذا خاصم فجر جب جھگڑا کرے تو گالی گلوچ کرے اور فساد برپا کرے

منافق کی چار علامتیں:

(۱) جھوٹ بولنا۔ (۲) امانت میں خیانت کرنا

(۳) وعدہ خلافی کرنا (۴) گالی گلوچ کرنا

اگر ہم منافقین کی چار علامات پر غور کریں تو یہ تمام علامتیں آج کل کے مسلمانوں کے اندر بہ طریق اتم عام پائی جاتی ہیں جو کہ مسلمانوں کے پستی کی وجوہات ہیں اور ہمارے معاشرے کی بربادی کا باعث ہیں لیکن کوئی بھی مسلمان ان باتوں پر غور نہیں کر رہا ہوتا ہے۔ وعدہ خلافی بھی کر رہا ہوتا ہے اور گالی گلوچ سے بھی گفتگو کو مزین کیئے ہوئے ہوتا ہے۔ اتنے سنگین جرائم کے ہم مرتکب ہو رہے ہوتے ہیں لیکن اس کو معمولی سی بات سمجھ کر گزر جاتے ہیں جبکہ یہ جرائم معاشرے میں ناسور کی مانند ہیں اور ہماری آخرت کی بربادی کا باعث ہیں۔

اور مزید اسی حدیث پاک میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بھی ارشاد فرمایا

ومن کانت فیه خصلة منهن کانت فیه خصلة من النفاق

جس شخص میں ان میں سے کوئی ایک عادت بھی پائی گئی اس میں ایک منافقانہ عادت پائی گئی۔ حتی یدعها یہاں تک کہ وہ اسے چھوڑ دے (بخاری شریف ج ۱ص ۱۰)

یعنی ریاکاری اور دکھلاوہ وہ منافقت ہے جسے انسان محض نمود و نمائش، بناوٹ اور تکلف کے طور پر پیش کرتا ہے۔

غور فرمایئے! نفاق فی العمل بھی اتنی بری چیز ہے کہ میرے آقا A نے فرمایا

(۱) من صلی یرائی فقد اشرک جس نے دکھلاوہ کرتے ہوئے نماز پڑھی اس نے شرک کیا۔

(۲) ومن صام یرائی فقد اشرک۔ جس نے خودنمائی کی نیت سے

روزہ رکھا اس نے شرک کیا۔

(۳) ومن تصدق یرائی فقد اشرک۔ (رواہ احمد)

جس نے ریا کرتے ہوئے صدقہ اور خیرات کیا اس نے شرک کیا۔

دکھلاوہ اور بناوٹ اسے کہتے ہیں کہ انسان حقیقتاً تو نہیں چاہ رہا ہوتا بلکہ اوپر اوپر سے صرف نمود و نمائش، تکلف اور بناوٹ کے طور پر اس کا اظہار کر رہا ہوتا ہے۔ یہی اصل میں منافقت ہے۔ الغرض منافقت اتنی بری چیز ہے کہ میرے آقا A نے اسے شرک سے تعبیر کیا ہے۔ یہ وہ شرک نہیں جس کی معافی نہیں ہوگی۔ یہ اصل میں منافقت سے انتہائی نفرت کا اظہار ہو رہا ہے۔ لوگ آج کل اپنے عمل میں منافقت کرتے ہوئے نہیں ڈرتے۔ حالانکہ انہیں اس سے بچنا اور اجتناب کرنا چاہئے۔ گویا کہ یہ شرک ہے۔ مثلاً ایک شخص آپ کے پاس آیا۔ اس نے کہا "السلام علیکم" جواباً آپ نے "وعلیکم السلام" کہا۔ پھر کہا "ماشاءاللہ کیسے آئے؟" "شکریہ"

حالانکہ دل کہہ رہا ہے کیوں بھاگا چلا آ رہا ہے۔ یہ نفاق ہے۔

یہ الگ بات ہے کہ انسان مصروف کھڑا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ مجھے ضروری کام کرنا ہے اور اسے کسی کے آنے پر خوشی بھی ہو رہی ہے لیکن وہ اپنی حالت سے مجبور بھی ہے۔ اگر وہ یہ کہتا ہے کہ آپ کے آنے پر مجھے خوشی ہے تو وہ اپنے قول میں سچا ہے۔ اس میں منافقت نہیں ہے لیکن جب وہ کسی انسان سے نفرت کرتا ہو اور پھر کہے "ماشاءاللہ آپ کے ملنے سے بڑی خوشی ہوئی ہے" یہ غلط ہے اور اصل میں یہی نفاق فی العمل ہے اور اس کی بے پناہ مذمت آئی ہے۔ بہر صورت اس سے بچنا چاہئے۔

نفاق فی العمل اور نفاق فی العقیدہ کا فرق

آپ کے ذہن میں یہ سوال ابھر سکتا ہے کہ نفاق فی العمل ہو یا نفاق فی العقیدہ، دونوں دراصل ایک ہی چیز ہیں، وہ اس طرح کہ نفاق فی العمل میں عمل

عقیدے کے خلاف کیا جاتا ہے اور نفاق فی العقیدہ میں بھی عمل عقیدے کے خلاف کیا جاتا ہے، یعنی یہ دو نام رکھنے میں دراصل ہم نے اپنی سوچ کے زاویے کو تبدیل کر لیا۔ وہ اس طرح کہ جب ہم یوں سوچتے ہیں کہ یہ عقیدہ عمل کے خلاف ہے تو اس کو نفاق فی العقیدہ کہہ دیتے ہیں لیکن جب اس طرح سوچتے ہیں کہ یہ عمل عقیدے کے خلاف ہے تو اس کو نفاق فی العمل کہہ دیتے ہیں۔

اس بارے میں اتنا عرض ہے کہ نفاق کا تعلق دراصل ایسی شے کے ساتھ ہوتا ہے جس کے دو رُخ ہوں اور ان میں سے ایک کو صحیح اور دوسری کو غلط قرار دیا جائے تو جو جانب غلط ہے وہ نفاق ہے کیونکہ حق کبھی بھی نفاق کے ساتھ نہیں ہو سکتا۔ حق اور نفاق آپس میں متناقض اور نقیض ہیں۔

پس عقیدہ درست ہے اور عمل غلط ہے تو نفاق فی العمل ہوگا۔ مثلاً کوئی انسان صحیح العقیدہ مسلمان تو ہے مگر نماز چھوڑ دیتا ہے تو یہ نفاق فی العمل ہے کیونکہ کہلاتا مسلمان ہے اور نماز چھوڑتا ہے۔ اسی طرح اگر عقیدہ غلط ہے مگر عمل درست ہے تو یہ نفاق فی العقیدہ ہوگا۔ اس کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔

الغرض نفاق کا تعین اس کے بغیر ممکن نہیں کہ اس کی ایک جانب کو غلط اور دوسری جانب کو حق تسلیم کریں۔ عام ازیں کہ وہ جانب جسے حق تسلیم کیا گیا ہے وہ حقیقتاً حق ہو یا بزعمِ خویش حق گردان لی جائے۔

پس ثابت ہوا کہ نفاق فی العقیدہ اصل میں یہ ہے کہ عقیدہ غلط ہو مگر عمل بظاہر درست ہو۔ ہاں! عقیدہ اور عمل دونوں ہی درست نہ ہوں بلکہ غلط ہوں اور ان کا آپس میں ٹکراؤ بھی نہ پایا جائے تو وہ نفاق نہیں بلکہ کفر کہلائے گا یا اُسے اس کے ماحول کے مطابق نام دیا جائے گا۔ مثلاً وہ کافر جو اپنے عقیدہ کے مطابق عمل کرے اسے منافق نہیں بلکہ کافر کہا جائے گا۔ اگر ہم اس میں بحث و تمحیص کا مزید دروازہ کھولیں تو

اسکی بے شمار شقیں اور صورتیں بنتی چلی جائیں گی۔ بہر دست ہم نے یہاں اتنا کلام کیا ہے جس کی ضرورت تھی۔

پس ثابت یہ ہوا کہ نفاق فی العقیدہ یہ ہے کہ عقیدہ فاسد اور غلط ہو مگر عمل درست کر کے دکھانے کی کوشش کی جائے۔

اب ہم نفاق فی العقیدہ کی بحث شروع کرتے ہیں لیکن اس بارے میں اتنی بات واضح رہے کہ اس کا مفہوم بہت وسیع ہے۔ چونکہ یہ ہمارا درسِ قرآن ہے اس لئے ہم یہاں محض ان ہی منافقین فی العقیدہ کا ذکر کریں گے جنہیں قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں اس طور پر منافق کہا گیا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے۔

نفاق فی العقیدہ

رب کائنات نے ارشاد فرمایا۔

يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِىْ قُلُوْبِهِمْ ؕ قُلِ اسْتَهْزِءُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ ۝ (پ۱۰،التوبہ آیت ۶۴)

ترجمہ: منافق ڈرتے ہیں کہ مسلمانوں پر کوئی سورۃ نازل کردی جائے جو انہیں اس چیز سے خبردار کردے جو منافقوں کے دلوں میں ہے۔ آپ فرمادیں۔ مذاق اڑاتے رہو۔ بے شک اللہ تعالیٰ اُس چیز یعنی جو منافقانہ باتیں تم دِل میں چھپائے ہوئے ہو ان کو ظاہر کرنے والا ہے جس کا تمہیں خوف (بھی) ہے۔

اس آیت کریمہ سے کچھ استدلال توجہ طلب ہیں۔ ملاحظہ ہو!

میرے آقا A کے زمانے میں جو لوگ منافق تھے وہ ایسے نہ تھے کہ وہ

لے: علیہم یعنی مسلمانوں پر سورۃ نازل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر وہ سورۃ نازل ہو اور آپ A اپنے صحابہ کرام کو بتائیں کہ ان کے بارے میں یہ سورۃ نازل ہوئی، جیسا کہ سورۃ المنافقون اور سورۃ توبہ نازل ہوئی تھی۔

میرے آقا A کو رسول اللہ نہ مانتے ہوں یا قرآن کو کتاب اللہ نہ جانتے ہوں یا ذاتِ باری تعالیٰ کو تسلیم نہ کرتے ہوں اور یہ آیت کریمہ بھی اس بات کی وضاحت کر رہی ہے ملاحظہ ہو!

یَحۡذَرُ الۡمُنٰفِقُوۡنَ ۔منافق ڈرتے ہیں ۔منافق کیوں ڈرتے ہیں ۔اگر وہ اللہ تعالیٰ کو مانتے ہی نہیں پھر کیوں ڈرتے ہیں کہ کہیں اُن کے خلاف سورۃ منافقون نازل نہ ہو جائے۔منافقین کا ڈرنا بتلا رہا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو مانتے ہیں۔وہ قرآن مجید کو کتاب اللہ بھی مانتے ہیں۔اگر قرآن کو کتاب اللہ نہ مانتے ہوتے، نہ جانتے ہوتے تو ظاہر ہے وہ اس بات سے بے خوف ہو جاتے اور کہہ دیتے کوئی پرواہ نہیں ہے۔قرآن کتاب اللہ ہے ہی نہیں۔ہمیں کوئی فرق نہیں پڑتا۔لیکن وہ قرآن کو کتاب اللہ مانتے ہیں اور وہ اسے کتاب اللہ جانتے ہیں،تب ہی تو وہ ڈر رہے ہیں کہ کہیں کوئی سورۃ منافقون نہ نازل ہو جائے۔اگر وہ میرے آقا کو رسول نہ مانتے ہوتے تو پھر بھی ان کو ڈر نہ ہوتا۔دیکھئے مجھے آپ حضرات سے کچھ خوف نہیں ہے کہ میرے خلاف آپ پر کوئی سورۃ نازل ہو جائے جبکہ الحمد للہ میں اللہ تعالیٰ کو الٰہ اور معبود مانتا ہوں اور قرآنِ پاک کو کتاب اللہ بھی جانتا ہوں۔مگر میں نہیں ڈرتا کہ میرے خلاف آپ پر کوئی سورۃ نازل ہو جائے گی۔وجہ اصل میں یہ ہے کہ میں آپ لوگوں کو رسول نہیں مانتا ہوں۔یعنی اگر وہ منافقین حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رسول نہ مانتے ہوتے تو انہیں کبھی اس بات کا ڈر نہ ہوتا کیونکہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رسول تو مانتے نہیں مگر منافقین تو اللہ کو اللہ مانتے ہیں۔کتاب اللہ کو کتاب اللہ جان رہے ہیں۔رسول اللہ A کو رسول اللہ تسلیم کر رہے ہیں۔تب ہی تو ڈر رہے ہیں،ورنہ وہ کیوں ڈرتے؟پروردگار نے فرمایا قُلِ اسۡتَہۡزِءُوۡا اے محبوب! فرما دیجئے کہ اے منافقو! تم ٹھٹھا مذاق کرتے رہو۔اِنَّ اللّٰہَ مُخۡرِجٌ مَّا تَحۡذَرُوۡنَ ○ یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے ان بھیدوں کو ظاہر فرما

کے رہے گا، جن کے ظاہر ہو جانے کا تمہیں ڈر ہے۔

یہ آیت کریمہ بتلا رہی ہے کہ اللہ رب العالمین نے منافقین کے بھیدوں کو ظاہر فرمانے کا اعلان فرما دیا تھا اور ظاہر ہے کہ اس نے ان کے تمام بھیدوں کو ظاہر بھی فرما دیا لیکن یہ بات واضح رہے کہ جب آپ قرآن وحدیث کی تلاوت فرماتے ہیں تو آپ پر یہ بات عیاں ہوگی کہ کہیں پر بھی اللہ تعالیٰ نے یہ بات نہیں فرمائی کہ منافق مشرک تھے اور کسی آیت یا کسی حدیث میں آپ کو یہ چیز نہیں ملے گی کہ منافقین چھپ کر کسی اور معبود کی پوجا کرتے تھے یا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو شریک ٹھہراتے تھے۔ یعنی منافقین مشرک نہیں تھے کیونکہ جب رب العالمین نے اِنَّ اللّٰہَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ فرمایا کہ جن چیزوں کے اظہار سے تم ڈرتے ہو اللہ تعالیٰ تمہارے ان کرتوتوں کو ظاہر فرمائے گا۔ پس اگر وہ مشرک ہوتے تو اللہ تعالیٰ ان کے شرک کو بھی یقیناً ظاہر فرما دیتا۔

پس ثابت ہوا کہ منافقین مشرک نہ تھے۔ منافق میرے آقا کی رسالت کے منکر نہیں تھے۔ منافق قرآن مجید کے کتاب اللہ ہونے کا انکار نہیں کرتے تھے۔ منافق اللہ تعالیٰ کی الوہیت کے منکر نہیں تھے۔ منافق باقاعدہ کلمہ پڑھتے تھے۔ اب دیکھیے ہم ایک اور دلیل پیش کرتے ہیں کہ منافق مشرک نہیں تھے۔ ذرا غور فرمایئے! بخاری شریف میں حدیث پاک آئی ہے۔

میرے آقا سرکارِ مدینہ سرورِ سینہ A نے ارشاد فرمایا "جب قیامت کا دِن ہوگا تو ہر شخص سے کہا جائے گا کہ جو جس کی پوجا کرتا تھا اس کے پیچھے آجائے یعنی وہاں چاند بھی ظاہر کر دیا جائے گا، وہاں سورج بھی ظاہر کر دیا جائے گا، درخت بھی ظاہر کر دیئے جائیں گے، وہاں پر بت بھی ظاہر کر دیئے جائیں گے، دریا بھی ظاہر کر دیئے جائیں گے، وہاں پر پہاڑوں کو بھی ظاہر کر دیا جائے گا، الغرض جس چیز کی

بھی پرستش ہوئی ہے اس کو ظاہر کردیا جائے گا۔ رب کائنات فرمائے گا جو جس کی پوجا کرتا رہا اس کے پیچھے آ جائے، چاند کے پجاری چاند کے پیچھے چلے جائیں گے، سورج کے پجاری سورج کے پیچھے آ جائیں گے اور بتوں کے پجاری بتوں کے پیچھے، پھر میرے آقا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا **وتبقی ھذہ الامۃ** ۔صرف یہ امت باقی رہ جائے گی ۔ **وفیھا منافقوھا** ۔اور اس میں اس کے منافقین بھی ہوں گے ۔ **فیاتیھم اللّٰہ فیقول** ۔ اللہ تعالیٰ ان میں جلوہ گری کرے گا اور فرمائے گا **انا رَبُّکُمْ** ۔میں تمہارا رب ہوں ۔وہ لوگ نہیں پہچانیں گے ۔کہیں گے **ھذا مکاننا** ۔یہ ہماری جگہ ہے ۔**حتیٰ یاتینا ربنا** ۔یہاں تک کہ ہمارا رب آئے گا ۔**فاذا جاء ربنا عرفنا** ۔جب ہمارا رب آئے گا تو ہم اس کو پہچان لیں گے۔ "پھر رب العالمین اپنی ایسی شان کے ساتھ ظہور فرمائے گا جس سے وہ رب العالمین کو پہچان لیں گے۔ "پھر رب العالمین فرمائے گا ۔**انا رَبُّکُمْ** ۔میں تمہارا رب ہوں ۔**فیقولون انت ربنا** ۔ تو وہ کہیں گے تو ہمارا رب ہے ہم تسلیم کرتے ہیں ۔(بخاری شریف ص ۱۱۱، ج۱)

یعنی اتنی بات ثابت ہوگئی کہ منافق مشرک نہیں تھے ۔وہ کسی دوسرے بت وغیرہ کی پوجا نہیں کرتے تھے ۔اس لئے وہ کسی خود ساختہ معبود کے پیچھے نہیں جائیں گے ۔اب دیکھئے اور غور فرمایئے! رب العالمین نے سورۃ مجادلہ آیت نمبر ۱۴ میں اس بات کو ظاہر باہر طور پر بیان کردیا ۔پروردگار عالم نے ارشاد فرمایا۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مَّا هُمْ مِّنْكُمْ وَلَا مِنْهُمْ

ترجمہ: کیا آپ نے ان منافقین کو نہ دیکھا جنہوں نے ان لوگوں سے دوستی لگائی جن پر اللہ نے غضب ڈھایا ۔(منافقین کا کام ہی یہی تھا کہ وہ ان لوگوں سے دوستی لگایا کرتے تھے کہ جن پر اللہ کا غضب نازل ہوا۔)

پروردگار نے فرمایا "**مَا هُمْ مِّنْكُمْ** "وہ تم میں سے نہیں ۔یا اللہ اگر وہ ان

صحابہ کرام میں سے نہیں ہیں اور ان مومنین میں سے نہیں ہیں تو پھر مشرکین میں سے ہوں گے یا پھر یہود و نصاریٰ میں سے ہوں گے۔فرمایا نہیں نہیں وَلَا مِنْهُمْ اور ان میں سے بھی نہیں ہیں۔

یعنی منافقین نہ ہم میں سے ہیں، نہ اُن میں سے یہ درمیان کی ایک چیز ہیں۔وَيَحْلِفُوْنَ عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ۔وہ جھوٹی قسمیں اٹھاتے ہیں کہ ہم تم میں سے ہیں۔ہم تمہارے ساتھی ہیں حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ وہ تم میں سے نہیں، میرے عرض کرنے کا مطلب یہ ہے اور میں نے جو چیز ثابت کی ہے وہ یہ ہے کہ منافق جو ہیں وہ مشرک نہیں تھے۔

اب میں یہ بات عرض کرنا چاہتا ہوں کہ منافق نمازیں بھی پڑھتے تھے۔منافقین روزے بھی رکھتے تھے۔میں نہیں کہتا رب العالمین نے منافقین کے متعلق ارشاد فرمایا۔

وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا ○ مُذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ۔(پ ۵،ع ۱۴، النساء آیت ۱۴۲، ۱۴۳)

اور جب وہ کھڑے ہوتے ہیں نماز کے لئے تو کھڑے ہوتے ہیں سستی کی حالت میں (محض) لوگوں کو دکھانے کے لئے (نماز ادا کرتے ہیں) اور اللہ کا ذکر نہیں کرتے مگر تھوڑا۔تردد کرنے والے ہیں۔اس (کفر اور ایمان) کے درمیان نہ اُن (کافروں) کی طرف ہیں ان (مومنوں) کی طرف۔

نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

کہیں کے بھی نہ رہے الغرض منافق باقاعدہ نمازیں پڑھا کرتے تھے۔

میرے مرشد امام کاظمی علیہ الرحمۃ کا نکتہ

جب آپ سے کسی نے سوال کیا کہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ منافق پر فجر اور عشاء کی نماز بڑی بھاری ہوتی ہے تو آپ اس سلسلہ میں کیا فرمائیں گے کہ آج کل کے مسلمانوں پر بھی فجر اور عشاء کی نماز بڑی بھاری ہوتی ہے۔

اس پر آپ علیہ الرحمۃ والرضوان نے برجستہ فرمایا بے شک منافق پر بھاری ہوتی ہے جبکہ مومن کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ مومن اس کو اپنی ذمہ داری سمجھتا ہے کہ میں نے یہ پڑھنی ہے۔ منافق کہتا ہے کہ ہائے کس مصیبت میں پھنس گیا ہوں کہ نماز پڑھنی پڑ رہی ہے لیکن وہ پھر بھی نمازیں پڑھا کرتے تھے۔

منافقین کی مسجد

منافقین نے ایک مسجد بنائی تھی اور رب العٰلمین نے اس کا نام مسجد ضرار یعنی اللہ ورسول اور مومنین کو ضرر اور تکلیف پہنچانے والی مسجد رکھا۔

دیکھیے پروردگار نے فرمایا۔ وَالَّذِیۡنَ اتَّخَذُوۡا مَسۡجِدًا ضِرَارًا وَّ کُفۡرًا وَّتَفۡرِیۡقًۢا بَیۡنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَاِرۡصَادًا لِّمَنۡ حَارَبَ اللّٰہَ وَرَسُوۡلَہٗ مِنۡ قَبۡلُ ؕ (پ ۱۱، س ۹، التوبہ، آیت ۱۰۷)

اور وہ لوگ جنہوں نے مسجد بنائی ضرر پہنچانے اور کفر کرنے اور مسلمانوں کے درمیان پھوٹ ڈالنے کے لئے اور انہوں نے کمین گاہ تیار کی اس شخص کے لئے جو پہلے سے جنگ کر رہا ہے اللہ اور اس کے رسول سے۔

ہوا کچھ یوں تھا کہ ابو عامر راہب جو کہ اپنے ایمان سے پھر گیا تھا۔ یعنی مرتد ہو گیا تھا اور اس نے منافقین کے ساتھ اپنی راہ ورسم کو بڑھا لیا تھا اس نے اُن کی طرف پیغام بھجوایا کہ کوئی ایسی جگہ تیار کرو جہاں میں آ ؤں اور ہم مل بیٹھ کر کوئی باہم منصوبہ بندی کریں تب ان منافقین نے یہ مسجد بنائی تھی۔

پس رب العٰلمین نے ان کا پردہ فاش کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ درحقیقت کمین گاہ تیار کی جارہی ہے۔ اللہ اور اس کے رسول سے جھگڑا کرنے والوں کے لئے

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے منافقین کی مسجد کو بھی مسجد فرمایا مگر اس کے ساتھ وضاحت بھی فرمادی کہ اس مسجد کو عشاقان مصطفیٰ کی مسجد کی طرح مت سمجھنا بلکہ یہ مسجد تو مسجد ضرار ہے جو مخالفین مصطفیٰ نے اپنے مذموم عزائم پورے کرنے کے لئے بنائی ہے۔ یعنی ہمیں مساجد کے درمیان تمیز کرنے کا طریقہ سمجھایا گیا کہ ہر مسجد کو ایک جیسا مت سمجھ لینا بلکہ غور کرلینا کہ یہ کہیں کسی منافق کی کارستانی تو نہیں اور اسی آیت کریمہ کو رب العالمین نے اس طرح مکمل فرمایا۔ وَلَيَحْلِفُنَّ إِنْ أَرَدْنَا إِلَّا الْحُسْنَىٰ ۖ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ○ (پ ۱۱، س ۹، التوبہ آیت ۱۰۷)

اور ہاں وہ ضرور قسمیں اٹھائیں گے اور کہیں گے کہ ہم نے تو (اس مسجد سے) بھلائی ہی کا ارادہ کیا ہے حالانکہ اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ جھوٹ بول رہے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ مسجدوں کا جھگڑا یہ آج کا نہیں ہے۔ یہ میرے آقا کے زمانہ اقدس سے چلا آرہا ہے۔ جس وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تبوک تشریف لے جارہے تھے تو منافقین حاضر ہوئے اور کہا یارسول اللہ آیئے ہماری مسجد میں قدم رنجہ فرمایئے اور دعائے برکت کیجئے۔ آپ A نے فرمایا ابھی تو میں تبوک جارہا ہوں واپسی پر دیکھیں گے۔ ابھی آپ راستے میں ہی تھے کہ اس مسجد کی مذمت میں آیت کریمہ نازل ہوگئی۔ میرے آقا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے تین صحابۂ کرام کو بھیجا کہ جاؤ اس مسجد کو آگ لگادو۔ اس کو مسمار کرکے ختم کردو۔ صحابہ وہاں پر آئے اور آکر اس مسجد کو آگ لگادی۔ اس وقت اس مسجد میں منافقین بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے بھاگ کر اپنی جانیں بچائیں۔ مطلب یہ ہے کہ خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ اقدس میں ایسی مسجد بھی تھی جس کو آگ لگانے کا حکم ہوا۔ حالانکہ وہ مسجد والے

ایمان کے دعویدار تھے۔

منافقین کے ایمان کی کیفیت

پروردگار نے فرمایا۔ وَاِذَا قِیْلَ لَھُمْ اٰمِنُوْا کَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ

جب اُنہیں کہا جائے کہ ایمان لیکر آؤ جس طرح کہ یہ لوگ (غلامانِ مصطفیٰ) ایمان لے کر آئے ہیں یعنی جب میرے آقا لعابِ دہن نکالیں تو کسی نہ کسی کے ہاتھ پر گرے اور وہ اسے اپنے جسم پر مل لیں۔ میرے آقا جب وضو فرمائیں تو پانی کے قطرات صحابہ کرام کے ہاتھوں پر پڑیں اور جس کو آپ A کے وضو کا مستعمل پانی نہ ملے تو وہ اپنا ہاتھ ساتھی کے تر شدہ ہاتھ لگا کر تر کرے یعنی یہ طریقہ اپناؤ اور ایسی محبت دِل میں رکھو (ملخصاً بخاری شریف) جبکہ وہ اس کے برعکس جواب دیتے ہوئے کہتے ہیں اَنُؤْمِنُ کَمَآ اٰمَنَ السُّفَھَآءُ کیا ہم اس طرح ایمان لے کر آئیں جس طرح یہ بے وقوف لوگ ایمان لے کر آئے یعنی انہیں تو کوئی غرض ہی نہیں ہے ان کا تو بس یہ مقصد ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظمت ہوتی رہے۔

تو پروردگار نے فرمایا اَلَآ اِنَّھُمْ ھُمُ السُّفَھَآءُ ارے وہ خود بے وقوف ہیں وَلٰـکِنْ لَّا یَعْلَمُوْنَ لیکن انہیں تو اس بات کا پتہ ہی نہیں ہے یعنی توقیر وعظمتِ مصطفیٰ A بجانہ لانا بے وقوفی ہے۔

منافقین اپنے گمان میں یہ خیال نہ کرتے تھے کہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رسالت کے حقیقتاً منکر ہیں بلکہ انہیں اپنے طور پر اس چیز کا یقین تھا کہ جتنی تعظیم و توقیر رسول اور نبی کے لئے ضروری ہے وہ ہم کر رہے ہیں اس سے زیادہ بے وقوفی اور حماقت ہے۔ تبھی تو وہ آپ A کی رسالت کی اپنے طور پر گواہی بھی دے رہے ہوتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی کہہ رہے ہوتے ہیں کہ کیا ہم ان بیوقوفوں کی طرح ایمان لے آئیں۔

پیارے بھائیو! ذرا غور کرو۔ رب العلمین نے مزید ان کی منافقت کے متعلق ارشاد فرمایا۔ اَلَّذِيْنَ يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ قَالُوْٓا اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ۔ وہ لوگ جو تمہارے انجام کے منتظر رہتے ہیں اگر تمہیں اللہ کی طرف سے فتح نصیب ہو جائے تو کہتے ہیں کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟

اس پر مزید پروردگار نے فرمایا وَاِنْ كَانَ لِلْكٰفِرِيْنَ نَصِيْبٌ اور اگر کافروں کو تھوڑی بہت فتح حاصل ہونے لگے قَالُوْٓا اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ کہتے ہیں کہ کیا ہم غالب نہیں آ گئے یعنی ہم تو درحقیقت تمہارے نمائندے ہیں۔ اللہ اکبر! اللہ اکبر! ذرا غور کریں۔ پروردگار نے فرمایا۔ وہ کہتے ہیں کہ وَنَمْنَعْكُمْ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اور ہم نے مومنین کی راہ میں رکاوٹیں ڈالیں تھیں۔ ہم نے تمہیں ان سے بچایا تھا۔ اصل میں تو ہم تمہارے ساتھی ہیں تو رب کائنات نے فرمایا فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔ اللہ تمہارے درمیان قیامت کے دن فیصلہ فرمائے گا جو تم ایسی باتیں کرتے ہو۔

ذرا دیکھیے اور غور فرمائیے یعنی یہ سارا سلسلہ میرے آقا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ اقدس سے چل رہا ہے۔ منافقین کوئی کمزور لوگ نہ تھے یا یہ کہ ان کے پاس دولت نہ تھی یا ثروت نہیں تھی۔ ایسی بات قطعاً نہ تھی۔

منافقین کی مالی اور معاشرتی حیثیت

پروردگار نے قرآن مجید میں فرمایا۔

وَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ۔

اے میرے پیارے حبیب! ان کا مال و دولت اور ان کی اولادیں آپ کو تعجب میں نہ ڈالیں۔

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا۔

اللہ تعالیٰ ارادہ فرماتا ہے کہ وہ ان کو ان (کے مال واولاد) کی وجہ سے دنیا کی زندگی میں عذاب دے۔

وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ۝

ان کی جانیں اس صورت میں نکلیں کہ وہ کافر ہوں۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ منافقین کو ان کے کیے کی سزا دنیا میں بھی ضرور دے گا۔

پیارے بھائیو! غور کیجئے۔قرآن مجید میں کئی مقامات پر یہ بات ملے گی کہ اللہ رب العالمین نے اپنے حبیب پاک صاحب لولاک A کا ذکر اپنے ذکر کے ساتھ فرمایا۔جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔

لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

اس آیت کریمہ کی تفسیر اس طرح ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام عید الاضحیٰ کی نماز پڑھانے کے لئے کاشانہ اقدس سے باہر نکلے تو راستہ میں دیکھا کہ ایک صحابی نے قربانی پہلے کرلی ہے تو آپ A نے دورانِ خطبہ ارشاد فرمایا جس نے قربانی نمازِ عید سے پہلے کرلی اس کی قربانی نہیں ہوئی۔پس پروردگار نے ارشاد فرمایا

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو۔

حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تو قربانی نہیں کرنی تھی کہ اللہ سے آگے بڑھنے کا تصور آئے۔قربانی تو سرکار مدینہ A نے کرنی تھی پھر بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ کیوں فرمایا کہ اللہ سے آگے نہ بڑھو۔

اس بارے میں اتنا عرض ہے کہ گویا اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم میرے رسول سے آگے کیا بڑھے بلکہ یہ تو ایسے ہے کہ گویا تم نے مجھ پر سبقت لے جانے کی کوشش کی

ہے کہ تم نے میرے حبیب کے قربانی کرنے سے پہلے قربانی کرلی ہے۔ یہ قبول نہیں ہوئی ہے۔ یعنی میرے حبیب کا جو طریقہ ہے اس طریقہ کو اپناؤ کہ نماز پڑھنے کے بعد پھر قربانی کروگے تو قبول ہوگی۔

وہ صحابی حاضر ہوگئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم میں نے تو سوچا تھا کہ عید کا دن ہے یہ کھانے پینے کا دن ہے اس میں کھائیں پئیں گے۔ میرے آقا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا "ہاں! یہ گوشت حلال ضرور ہے مگر قربانی نہیں ہوئی۔" اس صحابی نے عرض کیا حضور میرے پاس تو اب صرف چھ ماہ کا لیلا ہے اور اس کے علاوہ کوئی جانور نہیں ہے۔ یعنی چھ مہینے کا بکری کا چھوٹا سا بچہ ہے اور کچھ ہے ہی نہیں تو میں قربانی کیسے کروں؟ آپ A نے فرمایا جاؤ! تم اسی کی قربانی کرلو لیکن تمہارے بعد کسی کے لئے اجازت نہیں ہے۔

دیکھئے! توجہ کیجئے! پیارے بھائیو!

اللہ رب العالمین نے جگہ جگہ اپنے حبیب پاک A کا ذکر اپنے ذکر کے ساتھ فرمایا۔ وجہ یہ ہے کہ ارشاد الٰہی ہے مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ وَمَا قَلٰی (پ۳۰، س۹۳، الضحیٰ، آیت ۳) آپ کے رب نے آپ کو نہیں چھوڑا اور نہ وہ (آپ سے) بیزار ہوا۔

منافقین، مومنین میں پھوٹ ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں

دیکھئے! غور کیجئے!

غزوہ بنی مصطلق کا موقع ہے۔ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی حدیث پاک میں موجود ہے کہ غزوے میں کسی ایک مہاجر نے کسی انصاری صحابی کے پیچھے ہاتھ ماردیا یا لات ماردی پس شور مچ گیا۔ انصار کہنے لگے کہ ہم نے ان مہاجرین کو اپنے گھروں میں رکھا۔ ہمارا اُن پر کتنا بڑا احسان ہے کہ ہم نے اپنے مال سے آدھا

ان کو دیا۔یعنی ہم نے تو یہاں تک کیا کہ اگر ہماری دو بیویوں میں سے ایک بیوی جو تمہیں پسند آئے وہ تم قبول کرلو۔ہم طلاق دیتے ہیں۔عدت گزرنے کے بعد تم اس سے نکاح کرلینا۔الغرض یہ کہ اپنے کیے ہوئے احسانات کو یاد کرنے لگے اور کہنے لگے کہ اتنا کچھ کرنے کے باوجود اور ہماری اتنی خدمات کے باوجود بھی اب یہ ہمارے ساتھ اس طرح کریں۔جب شور مچا اور میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آوازوں کو جو سنا تو آپ A نے فرمایا یہ کیسی زمانہ جاہلیت کی سی چیخ پکار ہے جو میں سن رہا ہوں۔فرمایا چھوڑو، رہنے دو اور جاہلیت کے طریقوں کو دفع کرو۔مومنین کے اندر یہ طریقے نہیں ہونے چاہئیں۔جب یہ بات ہوئی تو رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی نے اس موقع کو غنیمت جانا کہ اس آگ کو جتنا ہوسکے بھڑکاؤ اور اگر سرکار مدینہ نے ایک دو جملے مزید فرمادیئے تو لوگ تسلی میں آجائیں گے۔ایسے میں اس نے غصہ میں آکر یہ بات کہی کہ اگر ہم لوگ مدینہ پہنچ گئے تو عزت والا ذلت والے کو نکال دے گا۔یعنی عزت والے سے اس نے اپنی ذات مراد لی، اور ذلت والے سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذاتِ اقدس۔نعوذ باللہ۔اس نے جیسے ہی یہ بات کہی اللہ اکبر! پروردگار نے ارشاد فرمایا۔یَقُوْلُوْنَ۔وہ کہتے ہیں۔لَئِنْ رَّجَعْنَا اِلَی الْمَدِیْنَۃِ اگر ہم مدینہ منورہ کی طرف لوٹ گئے لَیُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ط تو عزت والا ذلت والے کو نکال دے گا۔(تو سن لو) وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ۔عزت اللہ کے لئے اور اس کے لئے رسول کے لئے اور مومنین کے لئے۔وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ۔لیکن منافقین کو کیا پتا۔(پ ۲۸، المنٰفقون آیت ۸)

جب یہ بات ہوگئی تو اس کے بعد پھر کیا ہوا۔ملاحظہ ہو!

حضرت عبداللہ بن عبداللہ جو کہ عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین کے بیٹے اور میرے آقا کے سچے عاشق تھے جب مدینہ منورہ کے قریب پہنچے تو انہوں نے اپنے

باپ کا راستہ روک لیا اور کہنے لگے اے میرے باپ! تم ہی نے یہ کہا تھا کہ جب ہم مدینہ پہنچیں گے تو عزت والا ذلت والے کو نکال دے گا اور اب تو اس وقت تک مدینہ میں داخل نہیں ہو گا جب تک تو یہ بات نہیں کہے گا۔حدیث پاک کے کلمات سنیں۔

بخاری شریف میں بھی یہ حدیث ہے لیکن اس وقت ترمذی شریف کے کلمات پیش کر رہا ہوں ملاحظہ ہوں!

واللہ لا تنقلب حتی تقر انک الذلیل ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم العزیز (ترمذی شریف حدیث نمبر ۳۳۱۵)

جب تک تو یہ اقرار نہیں کرے گا کہ تو ذلیل ہے اور رسول اللہ A عزت والے ہیں اس وقت تک تو مدینہ منورہ میں داخل نہیں ہو سکتا۔

پیارے بھائیو!

بالآخر انہوں نے اس سے اقرار کرایا اور پھر اس کو اندر داخل ہونے دیا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان دیکھ کر منافقین کو اپنی موت دکھائی دیتی تھی

سرکارِ مدینہ کی ذاتِ اقدس میں خواہ مخواہ عیب نکالنا منافقین کی عادت تھی جبکہ عاشقِ مصطفیٰ و شاعرِ دربارِ مصطفیٰ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا عقیدہ پڑھئے تو یہ ہے:۔

وَاَحْسَنَ مِنْکَ لَمْ تَرَقَطُّ عَیْنِیْ ۔۔۔ وَاَجْمَلَ مِنْکَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ
خُلِقْتَ مُبَرَّأً مِنْ کُلِّ عَیْبٍ ۔۔۔ کَاَنَّکَ قَدْ خُلِقْتَ کَمَا تَشَاءُ

بقول حضرت اوحدی رحمۃ اللہ علیہ

پوشیدہ رُخ چوں آمدی شورِ قیامت شد عیاں
بے پردہ گر آئی بروں سوزد ہمہ کون و مکاں

ایک ایسا دلربا جس کی ہر جھلک ہوش ربا ہو پھر اس کا مخالف جب اس کو

دیکھے تو اس کی حالت کیا ہو گی، اسے موت نظر نہیں آئے گی تو اور کیا ہو گا۔

قرآن مجید کہتا ہے کہ جب منافقین سرکار مدینہ کو دیکھتے تو انہیں موت نظر آتی تھی۔ پروردگار نے فرمایا۔

رَاَیۡتَ الَّذِیۡنَ فِیۡ قُلُوۡبِہِمۡ مَّرَضٌ یَّنۡظُرُوۡنَ اِلَیۡکَ نَظَرَ الۡمَغۡشِیِّ عَلَیۡہِ مِنَ الۡمَوۡتِ ؕ۔ آپ نے دیکھا ان لوگوں کو جن کے دلوں میں مرض ہے کہ وہ آپ (A) کو اس طرح دیکھتے ہیں جیسے وہ شخص دیکھے جس پر موت کی غشی طاری ہو رہی ہو۔

فَاَوۡلٰی لَہُمۡ (پ ۲۶، س ۴۷، آیت نمبر ۲۰)

ہلاکت اور خرابی ہے ان کے لئے یہ سورۃ محمد کی آیت نمبر ۲۰ ہے اور سورۃ احزاب کی آیت نمبر ۱۹ میں اسی مفہوم کو بیان کیا گیا ہے۔ ارشاد فرمایا۔

فَاِذَا جَآءَ الۡخَوۡفُ جب ان منافقین پر کوئی خوف طاری ہو جائے

رَاَیۡتَہُمۡ تو آپ ان کو دیکھتے ہیں۔

یَنۡظُرُوۡنَ اِلَیۡکَ کہ وہ آپ کی طرف اس طرح دیکھتے ہیں۔

تَدُوۡرُ اَعۡیُنُہُمۡ کَالَّذِیۡ یُغۡشٰی عَلَیۡہِ مِنَ الۡمَوۡتِ

کہ ان کی آنکھیں گھومتی ہیں جیسے کسی پر موت کی غشی طاری ہو رہی ہو۔

یعنی اس کی آنکھیں چڑھ جاتی ہیں اور اس کے ڈیلے گھومنے لگ جاتے ہیں، حالت غیر ہو جاتی ہے، جب وہ آپ کو دیکھتے ہیں تو ان پر یہ کیفیت طاری ہوتی ہے کیونکہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ مشکل اور یہ مصیبت ہمارے اوپر آپ کی وجہ سے آئی ہے۔ حالانکہ حقیقت حال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اُولٰٓئِکَ لَمۡ یُؤۡمِنُوۡا ۔ وہ (پہلے ہی سے) ایمان نہیں لائے۔ (سورۃ احزاب)

پیارے بھائیو! ذرا غور کرو!

بات اصل میں یہ ہے کہ منافقین میرے آقا کو دیکھا کرتے تھے تو ان کو اپنی موت نظر آتی تھی کیونکہ میرے آقا کی شان تو بڑھتی چلی جارہی تھی تو اس صورت میں منافقین کے دردوالم میں اضافہ ہوتا جارہا تھا کیونکہ نہ ادھر شانِ اقدس میں کمی آئے گی تو نہ اُدھر افاقہ وآرام ہوگا۔ یہی تو ان کی موت ہے۔ پروردگار نے فرمایا۔ فِیْ قُلُوْبِھِمْ مَّرَضٌ فَزَادَھُمُ اللّٰہُ مَرَضًا ۔ ان کے دِلوں میں مرض ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے مرض کو زیادہ کردیا۔ اب مرض زیادہ کیسے ہوگا۔ جوں جوں میرے آقا کی شان بلند ہوگی ان کا مرض بڑھتا چلا جائے گا۔

وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ بِمَا کَانُوْ یَکْذِبُوْنَ (پ ا س ۲ البقرہ آیت ۱۰)

ترجمہ: ان کے جھوٹ بولتے رہنے کی وجہ سے ان کے لئے نہایت دردناک عذاب ہے۔ مزید پروردگار نے ان کی نامرادی کی نوید انہیں سنادی۔ وَھَمُّوْا بِمَالَمْ یَنَالُوْا اور وہ اس چیز کا ارادہ کرتے ہیں جسے وہ پا نہیں سکتے ہیں کہ وہ یہ ارادہ کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شانِ اقدس میں کمی آجائے جو انہیں نصیب نہ ہوگی۔

کیا منافقین کلمہ پڑھتے تھے؟ کیا منافقین حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رسالت کا اقرار کرتے تھے؟

یہ بات ذہن نشین کرلیجئے کہ منافق کلمہ پڑھتے تھے لیکن اُن کے کلمہ پڑھنے کا اعتبار نہ تھا۔ اس سلسلے میں سورۃ منافقون کی پہلی آیت ملاحظہ فرمائیں۔

اِذَاجَآءَکَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْھَدُ اِنَّکَ لَرَسُوْلُ اللّٰہِ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ اِنَّکَ لَرَسُوْلُہٗ ط وَاللّٰہُ یَشْھَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَکٰذِبُوْنَ O (س ۶۳، المنافقون آیت ۱)

ترجمہ: جب منافق آپ کے پاس آتے ہیں (تو) کہتے ہیں ہم گواہی دیتے ہیں کہ بے شک ضرور آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ یقیناً آپ ضرور اللہ کے رسول ہیں اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بے شک منافق جھوٹے ہیں۔

مفہوم آیت: آپ نے دیکھا کہ اس آیت کریمہ میں کتنی خوبصورتی سے سارا مسئلہ حل فرمادیا گیا کہ منافقین آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر آپ کی رسالت کی گواہی دیں گے مگر ان کی باتوں پر نہ جایئے گا۔ وہ گواہی میں جھوٹے ہوں گے کیونکہ آپ کی رسالت کی گواہی محض زبان کی نوک سے قابل قبول نہیں ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ گواہی اور شہادت تو ہوتی ہی دل کے اطمینان، تصدیق اور یقین کے ساتھ ہے جو منافقین کو حاصل نہیں ہے۔ جس کا ذکر قرآن مجید میں رب العالمین نے اس انداز میں بھی فرمادیا ہے۔

اِنَّمَا یَسْتَاْذِنُکَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوْبُھُمْ فَھُمْ فِیْ رَیْبِھِمْ یَتَرَدَّدُوْنَ O (س۹، التوبہ آیت ۴۵)

آپ سے صرف وہی لوگ (پیچھے رہ جانے کی) اجازت مانگتے ہیں جو درحقیقت اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں رکھتے اور اُن کے دِل شک میں پڑ گئے تو وہ اپنے شک میں حیران و پریشان ہیں۔

پس وہ منافق آپ کو رسول تو جانتے ہیں مگر آپ کو محض رسول جان لینا کافی نہیں ہے بلکہ اس کے لئے گواہی اور تصدیق کا ہونا ضروری ہے۔ مثلاً یہ کہ یہود بھی آپ A کو رسول جانتے تھے مگر وہاں گواہی اور تصدیق نہ تھی۔ جیسا کہ رب العالمین نے فرمایا

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ یَعْرِفُوْنَہٗ کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَ ھُمْ ط (س۲، البقرہ، آیت ۱۴۶)

وہ اہل کتاب آپ کو اس طرح جانتے ہیں جیسے کہ وہ اپنے بیٹوں کو جانتے ہیں۔

رہا آپ کا رسول ہونا تو ان منافقین کی سچی گواہی نہ دینے سے کیا فرق پڑتا

ہے۔اللہ جانتا ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔

یعنی خوامخواہ منافقین اس بات کے زبردستی دعویدار بن جاتے تھے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں مگر ان کی اس بارے میں گواہی قابل قبول نہیں کیونکہ ان کے دل متردد اور متزلزل تھے۔یعنی انہیں تصدیق اور یقین کا درجہ حاصل نہ تھا۔اس لئے وہ گواہی اور شہادت کے اہل نہ تھے۔

پس پروردگار نے ان کی گواہی کو جھوٹا ثابت کرنے کے لئے خود گواہی دی کہ اللہ گواہ ہے کہ منافق جھوٹے ہیں۔

اقبال نے کیا خوب کہا ہے:۔

زباں سے کہہ بھی دیا لا الہ تو کیا حاصل دل ونگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

یعنی منافق کلمہ بھی پڑھ رہے ہیں اور زبان سے رسالت کا اقرار بھی کر رہے ہیں مگر جو ماننے کا حق ہے وہ حق ادا نہیں کیا اور غلامی مصطفیٰ (A) کا دم نہیں بھرا۔اصل معاملہ یہ ہے کہ

منافقین رسول اللہ A کو ایذا اور تکلیف پہنچایا کرتے تھے

دیکھئے اور غور کیجئے۔

پروردگار نے فرمایا۔وَمِنۡهُمُ الَّذِيۡنَ يُؤۡذُوۡنَ النَّبِىَّ۔

کچھ ان (منافقوں) میں سے وہ بھی ہیں جو نبی کو ایذا دیتے ہیں۔

وَيَـقُوۡلُوۡنَ اور وہ کہتے ہیں هُوَ اُذُنٌ وہ (رسول) تو کانوں کے کچے ہیں لوگوں کی باتوں میں آجاتے ہیں لوگ جس طرح باتیں کرتے ہیں ان کے کہے اور بہکائے میں آجاتے ہیں۔پروردگار نے فرمایا قُلۡ اُذُنُ خَيۡرٍ لَّـكُمۡ ۔فرمادیجئے۔وہ تو ہر ایک کی بات سنتے ہیں يُؤۡمِنُ بِاللّٰهِ ۔وہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں۔(جو اللہ پر تعالیٰ پر صحیح معنی میں ایمان رکھتا ہے وہ حق وانصاف سے نہیں ہٹتا) وَيُؤۡمِنُ لِلۡمُؤۡمِنِيۡنَ اور مومنین جو

باتیں ان کی خدمت میں عرض کرتے ہیں ان کا اعتبار کرتے ہیں۔ اور اے منافقو! تم یہ جو کہتے ہو کہ وہ نبی ہم پر شفقت نہیں کرتے تو یہ بات جان لو۔ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۔ جو تم میں سے سچے دِل سے ایمان لے کر آئے ہیں تو وہ نبی اُن کے لئے رحمت ہیں جبکہ تم لوگ تو ہمہ وقت ایذاء رسانی میں لگے ہوئے ہو۔ جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔ وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ اور وہ (منافقین) جو اللہ کے رسول کو ایذا دیتے ہیں۔ پروردگار نے فرمایا۔ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (پ۱۰، س۹، التوبہ، آیت ۶۱) ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

الحاصل: انہوں نے ایک جملہ کہا تھا۔ هُوَ اُذُنٌ ۔ وہ تو کانوں کے کچے ہیں۔ رب العالمین کو یہ جملہ گوارہ نہ ہوا اور رب تعالیٰ نے فرمایا کہ ایسا کہنے والے وہ ہیں جن کے لئے دردناک عذاب ہے۔

منافقین کی بدباطنی اور ان کا انجام

اب دیکھئے اور غور کیجئے میرے آقا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لے جارہے ہیں۔ غزوۂ تبوک کا موقع ہے۔ آپ اپنی شان دلربائی کے ساتھ اپنی اونٹنی پر سوار ہیں۔

سلطانِ خوباں می رود گردش ہجوم عاشقاں
چابک سواراں یک طرف مسکین گدایاں یک طرف

اللہ اکبر! حسن وجمال کا کیا عالم ہوگا۔ بقول شاعر

جب حسن تھا ان کا جلوہ نما انوار کا عالم کیا ہوگا
ہر کوئی فدا ہے بن دیکھے دیدار کا عالم کیا ہوگا

آپ بصد شانِ زیبائی اونٹنی پر سوار جارہے ہیں۔ آگے ایک منافق اپنے دوستوں کے ساتھ چل رہا ہے اور اچانک کہتا ہے کہ یہ جو اونٹ پر سوار ہے یہ سمجھتا ہے

کہ میں ملک شام کے محلات فتح کرلوں گا۔ جب اس نے یہ بات کہی اللہ اکبر! اللہ رب العالمین نے اپنے حبیب پاک A کو بتادیا۔ اے میرے پیارے محبوب! یہ اپنی اس طرح باتیں بنا رہا ہے۔ میرے آقا نے فرمایا۔ اس کو بلاؤ۔ وہ آ گیا۔ فرمایا کیا کہہ رہے تھے؟ اس نے کہا نہیں جی ہم تو بس ہنسی مذاق کر رہے تھے۔ ہمارا مقصد ہرگز یہ نہ تھا۔ جب لگا بہانے کرنے تو پھر کیا ہوا۔ پروردگار نے فرمایا۔ لَا تَعْتَذِرُوْا۔ اب عذر بازی نہیں چلے گی۔ اب بہانے بازی نہیں چلے گی۔ قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ تم ایمان لانے کے بعد دوبارہ سے کافر ہو گئے ہو۔ (س ۹، التوبہ، آیت ۶۶)

یہ وہ آیت کریمہ ہے جس میں رب العالمین نے گستاخانِ مصطفیٰ A پر کفر کا فتویٰ لگایا ہے۔ ارے یہ کفر کا فتویٰ غزالی زماں نے نہیں اعلیٰحضرت فاضل بریلوی نے نہیں بلکہ کفر کا یہ فتویٰ خود خالق کائنات نے لگایا ہے۔

غور کیجئے! جس وقت وہ سرکار مدینہ کی شان میں گستاخی کیا کرتے اور کہتے ہیں ہم نے یوں نہیں کہا۔ یوں کہا ہے وغیرہ وغیرہ تو پروردگار نے ایک اور آیت کریمہ بھی نازل فرمادی۔ ارشادِ ربانی ہے۔ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا ط وہ قسمیں اٹھاتے ہیں کہ ہم نے اس طرح نہیں کہا تھا یا ہمارا مقصد یہ نہیں تھا۔ پروردگار نے فرمایا۔ وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ۔ انہوں نے کفریہ کلمہ بکا۔ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ۔ اپنے اسلام لانے کے بعد وہ پھر کافر ہو گئے ہیں۔ (التوبہ، آیت ۶۶)

خلاصہ یہ ہوا کہ رب العٰلمین نے قرآنِ مجید کی دو آیتوں

۱: لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ۔

۲: وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا

میں منافقین پر ایمان لانے کے بعد کفر کا فتویٰ لگایا ہے۔

منافقین نبی A کے مطلقاً غیب کا انکار نہ کرتے تھے

منافقین جانتے تھے کہ نبی A ان کے دِلوں کی باتوں کو جان لیتے ہیں۔ ان کو یہ بھی پتا تھا کہ نبی غیب دان ہیں، غیب کے تو وہ بھی قائل تھے مگر اسے اس طرح تسلیم نہ کرتے تھے۔ جس طرح تسلیم کرنا چاہیے۔ ذرا غور کیجئے! غزوۂ نبی مصطلق کا واقعہ ہے۔ میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام واپس تشریف لا رہے ہیں۔ راستے میں مدینہ منورہ کی طرف سے ایسی زبردست آندھی چلی کہ سب کچھ تلپٹ ہو کے رہ گیا۔ لوگوں کو سمجھ نہیں آتی تھی کہ اتنی شدید آندھی آنے کی وجہ کیا ہے۔ پھر صحابہ کرام میں سے کسی نے کہا فلاں قبیلہ غالباً اس نے مدینہ منورہ پر حملہ کر دیا ہوگا۔ اس لئے آندھی آئی ہے۔ کسی نے کچھ کہا، کسی نے کوئی بات کی۔ میرے آقا A نے فرمایا نہیں کوئی بھی ایسی بات نہیں۔ اصل ماجرا یہ ہے کہ منافقین کا ایک بڑا سردار زید بن رفاعہ بن تابوت مر گیا ہے۔ اس کے مرنے کی بناء پر آندھی آئی ہے۔

پیارے بھائیو! لاکھوں لوگ گواہ ہیں کہ اہلسنّت کے امام غزالئ زماں کا جس وقت جنازہ ہوتا ہے ایک پر کیف سماں ہے۔ ہلکی ہلکی پھوار پڑ رہی ہے۔ بارانِ رحمت کا نزول ہو رہا ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ رب کی رحمتیں برس رہی ہیں لیکن جب منافقین مرتے ہیں تو مٹی اڑتی ہے۔ آندھیاں آتی ہیں اور خاک پڑتی ہے۔ ایک صحابی حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین کے پاس گئے اور کہا عبداللہ بن ابی پتہ ہے کیا ہوا؟ کیا ہوا؟ تیرا یار زید بن رفاعہ بن تابوت مر گیا ہے۔ تمہیں کس نے کہا؟ ہمیں ہمارے آقا نے بتایا ہے۔ بس یہ سنتا تھا کہ اس کا رنگ پیلا پڑ گیا اور اس کی حالت غیر ہوگئی۔ وہ سمجھ گیا یقیناً زید بن رفاعہ مر گیا ہے۔

منافق یہ بات جانتے تھے کہ میرے آقا غیب جانتے ہیں۔ اور وہ انکار کر

بھی کیسے سکتے ہیں کیونکہ آپ دن رات تو غیب کی خبریں دے رہے ہوتے تھے۔ غیب کا مطلقاً وہ انکار بھی نہیں کر سکتے تھے لیکن اُس طرح مانتے بھی نہیں تھے جس طرح ماننا چاہئے بلکہ ہمیشہ ایسی بات کرتے تھے جس سے میرے آقا کی شانِ اقدس میں کمی کا سامان کر سکیں اور میرے آقا کو ایذا پہنچا سکیں جیسا اونٹنی مبارکہ کا گم ہو جانا جب آندھی میں میرے آقا کی اونٹنی گم ہوگئی تو ایک منافق نے کہا الا یخبرہ اللہ بمکانہا۔

اللہ اپنے رسول کو اس اونٹنی کی جگہ کے بارے میں کیوں نہیں بتلا دیتا ہے کہ اونٹنی کہاں پر ہے۔ جب یہ بات ہوئی تو صحابیٔ رسول حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ اس منافق سے بھڑ گئے اور کہنے لگے بتا جب تو ماننا ہی نہیں ہے میرے آقا کو تو آیا ہی کیوں تھا۔ اگر سرکارِ مدینہ کا ڈر نہ ہوتا تو میں تجھے اپنی تلوار سے یہیں قتل کر دیتا اور پھر انہوں نے کہا تو تو اس قابل ہی نہیں ہے کہ تو اور میں ایک درخت کے سائے تلے بیٹھیں۔ اس نے جب آپ کا بڑھتا ہوا جلال دیکھا تو پریشان ہوگیا کہ کہیں یہ غصہ میں مجھے مار ہی نہ دیں تو جان بچانے کے لئے سرکارِ مدینہ A کی بارگاہ میں جا کر بیٹھ گیا اور جب وہ ادھر آیا تو میرے آقا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کو سنانے کے لئے فرمایا:۔

اَنَّ رَجُلًا مِنَ الْمُنَافِقِيْنَ شَمَتَ ۔منافقین میں سے ایک شخص نے برا کہا کہ ان ضلت ناقة رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔کہ رسول اللہ A کی اونٹنی گم ہوگئی۔ الا یخبرہ اللہ بمکانہا ۔کہ اللہ نے انہیں کیوں نہیں بتلا دیا اس اونٹنی کے بارے میں۔ پھر میرے آقا A نے فرمایا۔ ان اللہ تعالیٰ قد اخبر نی بمکانہا۔ جان لو کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں مطلع فرما دیا ہے۔ جاؤ سامنے فلاں گھاٹی میں اس کی نکیل درخت کے ساتھ اٹکی ہوئی ہے۔

منافقین میرے آقا A کے علم غیب کا مطلقاً انکار نہیں کر سکتے تھے اور نہ

ہی ان کے اندر یہ جراٗت تھی کہ انکار کریں اور نہ انکار کرنا اُن کے لئے ممکن تھا مگر اپنی بدطینتی کی وجہ سے آپ کے علم غیب پر ڈنگ بھی مارا کرتے تھے۔

منافقین رسول اللہ A کے غیب دان ہونے کا کما حقہ یقین نہ رکھتے تھے۔ یُخٰدِعُوْنَ اللّٰہَ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَمَا یَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَھُمْ وَمَا یَشْعُرُوْنَ (البقرہ آیت ۹)

(ترجمہ) وہ اپنے خیال میں دھوکہ دیتے ہیں اللہ کو اور ایمان والوں کو اور وہ دھوکہ نہیں دیتے مگر اپنی جانوں کو اور وہ نہیں سمجھتے۔

دوستو! دھوکہ دینے کے لئے ضروری ہے کہ جس کو دھوکہ دیا جا رہا ہے وہ نظر تو آ رہا ہو کیونکہ جو نظر ہی نہیں آئے گا اس کو دھوکہ کیسے دیا جا سکتا ہے۔

آج کل لوگوں پر جنات ہو جاتے ہیں۔ کیا کسی نے کبھی کسی جن کو دھوکہ دینے کے متعلق سوچا کہ وہ ادھر سے آئے گا تو ہم اس طرح کر لیں گے اور اگر وہ ادھر سے آیا تو ہم اسے اس طرح ڈاج (دھوکہ) دے کر دوسری طرف نکل جائیں گے۔ یہ ممکن نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب ہمارے حواس ہی اس تک نہیں پہنچ پاتے اور ہم اسے دیکھ ہی نہیں سکتے ہیں تو ہم اس کو کیسے دھوکہ دے سکتے ہیں۔ نہیں دے سکتے کیونکہ ان تک ہمارے حواس کی رسائی ہی نہیں ہے چہ جائیکہ رب تعالیٰ کو دھوکہ دیا جا سکے۔ کیونکہ وہ تو ہمارے حواس سے ماوراء ہے اور ہمارے حواس کی اس تک رسائی نہیں ہے۔ اس بناء پر مفسرین کرام آیت کریمہ یُخٰدِعُوْنَ اللّٰہَ کے بارے میں فرماتے ہیں یخادعون رسول اللہ۔ وہ اللہ کو دھوکہ دیتے ہیں یعنی وہ اللہ کے رسول کو دھوکہ دیا کرتے تھے یعنی منافقین بزعم خویش اللہ کے رسول A کو دھوکہ دیا کرتے تھے۔ یعنی ان کا گمان یہ تھا کہ ہماری ایسی حرکت اور خباثت کا نبی کریم A کو ہو سکتا ہے کہ علم نہ ہو۔ تبھی تو وہ اپنے گمان میں دھوکہ دیا کرتے تھے۔ یعنی آپ کے

علم غیب کا اقرار اس طرح نہیں کرتے تھے جس طرح کرنا چاہیے تھا۔

مسجد نبوی شریف سے منافقین کا چن چن کر نکالا جانا

ذرا غور کیجئے! میرے آقا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مسجد نبوی میں جلوہ گر ہیں اور خطبہ جمعہ ارشاد فرما رہے ہیں کہ میرے آقا کو جوش آتا ہے اور آپ ارشاد فرماتے ہیں یا فلاں اُخرج من مسجدی انک منافق۔ اے فلاں تو میری مسجد سے نکل جا کیونکہ تو منافق ہے۔ تو بھی نکل جا، تو بھی منافق ہے، تو بھی نکل جا، تو بھی منافق ہے۔

میرے آقا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چھبیس یا کم و بیش باختلاف روایات منافقین کو نکال باہر کیا۔ وہ اپنا بستر بوریا اٹھائے چھپتے چھپاتے جا رہے تھے کہ ادھر سے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ آ رہے تھے۔ ان کا خیال یہ تھا کہ شاید حضرت عمر کو پتہ نہیں تھا۔ ہائے اب تو ہمارے حال کے متعلق انہیں بھی پتہ چل جائے گا۔ حضرت عمر فاروق نے دیکھا کہ وہ چھپتے ہوئے نکل رہے تھے۔ اب آپ مجھے یہ بات بتلایئے کہ وہ منافق کون تھے مسجد میں آئے ہوئے تھے کہ نہیں۔ دنیا کی سب سے عظیم مسجد، مسجد نبوی شریف میں آئے ہوئے تھے۔ سب سے عظیم مسجد اس لئے کہا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دُعا فرمائی۔ یا اللہ تو مدینہ منورہ میں مکہ مکرمہ کی دوگنی برکتیں فرما دے۔ (بخاری شریف) جبکہ مکہ مکرمہ کی مسجد حرام میں ایک لاکھ نمازوں کے برابر ثواب ہے تو اس دعائے برکت کے بعد مسجد نبوی شریف میں دو لاکھ نمازوں کے برابر ثواب ہو گیا۔

مومنین کا مدینہ منورہ سے بے پناہ محبت کرنا

جب ہم اہل اللہ کی طرف غور کرتے ہیں تو یہ بات انتہائی شدت سے محسوس کی جاتی ہے کہ جب وہ حج یا عمرہ سے فارغ ہو جاتے ہیں تو مدینہ منورہ شریف میں

حاضری کے لئے بڑی جلد کر رہے ہوتے ہیں۔اس کی وجہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی وہ حدیث پاک ہے۔میرے آقا نے فرمایا۔

اللھم حبب الینا الملینة کما حبیت الینا مکة او اشد۔

ترجمہ: یا اللہ! تومدینہ منورہ کو ہمارے لئے ایسا محبوب بنادے جیسا مکہ مکرمہ کو محبوب بنایا بلکہ اس سے بھی زیادہ محبوب بنادے۔

جب آپ علیٰ وجہ البصیرت غور کریں گے تو بالآخر اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ اَوْ اَشَدُّ کے کلمات مومنین کے دلوں کے تاروں پر یہ نغمہ چھیڑ رہے ہیں۔

حاجیو! آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو کعبہ تو دیکھ چلے اب کعبے کا کعبہ دیکھو

بہر حال بات ہورہی تھی کہ سرکارِ دو عالم A نے انہیں نام لے لے کے نکالا۔آپ دیکھئے اور غور کیجئے۔وہ نکل کے جارہے ہیں۔اب آپ یہ بتلایئے اگر میرے آقا حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے نزدیک ان کی نمازوں کا اعتبار ہوتا تو میرے آقا حضور علیہ الصلوۃ والسلام انہیں کبھی نہ نکالتے۔

امام الانبیاء علیہ الصلوۃ والسلام کے پیچھے نماز پڑھنے کے لئے وہ حاضر ہیں۔ سب سے عظیم مسجد، جمعہ کا دِن ہے، جمعہ کی نماز ہے، اگر میرے آقا حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے نزدیک ان کی نمازوں کا رائی کے دانے برابر بھی اعتبار ہوتا تو میرے آقا کیا اُن کو نکالتے۔

ارے رحمۃ للعلمین نکالنے کے لئے نہیں وہ تو ملانے کے لئے آئے ہیں۔میرے آقا کا نکالنا اس حقیقت کو بھی واضح کر رہا ہے کہ منافقین اور ان کا نفاق حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے ڈھکا چھپا نہیں ہے۔میرے آقا حضور علیہ الصلوۃ والسلام ان تمام کو خوب جانتے ہیں جیسا کہ رب العلمین نے ارشاد فرمایا۔فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ۔(سورۃ محمد) بے شک ان کی صورت

سے تو آپ انہیں پہچان ہی چکے ہیں اور ان کے طرزِ کلام سے بھی آپ انہیں ضرور پہچان لیں گے۔

لہٰذا اُن کا نمازیں پڑھنا، روزے رکھنا، جہاد میں شامل ہونا سب کچھ رائیگاں گیا ہے۔یعنی ارشاد حبیب کبریا ہوا۔

اُخرجوا من مسجدی انکم منافقون ۔کہ تم میری مسجد سے نکل جاؤ، اس لئے کہ تم منافق ہو۔اب جب ان کو نکالا گیا تو اپنے ایمان سے بتاؤ ان کی کیفیت کیا ہوگی۔

نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن

وہ دل میں ضرور سمجھ رہے ہوں گے کہ نکالا تو صحیح جا رہا ہے۔ظاہر ہے کہ ان میں سے اگر کوئی مومن ہوتا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدموں میں گر پڑتا۔مگر نہیں۔جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چن چن کر ان کو نکالا تو وہ بھی خاموشی سے نکلے جا رہے ہیں اور وہ نکلتے چلے گئے۔ٹھہرے نہیں۔وجہ کیا ہے؟

وجہ یہ ہے کہ وہ جانتے تھے کہ جس غیب دان نبی نے ہمارے دلوں کے بھیدوں کو پالیا ہے اب اگر ٹھہریں گے تو اور برا حشر ہوگا۔یعنی وہ منافق میرے آقا کے علم غیب کے قائل تھے۔مان رہے تھے، جان رہے تھے، تبھی تو وہ نکل رہے تھے۔ورنہ ان میں سے کوئی یہ بات اٹھاتا اور کہتا کہ آپ کو ہمارے دلوں کے بارے میں کیا پتہ کہ ہم مومن ہیں کہ منافق مگر کوئی نہ بولا کیونکہ وہ جان گئے تھے کہ آج ہم پکڑے گئے ہیں۔حدیث پاک کے کلمات یا فلاں اُخرج ۔اے فلاں تو نکل جا۔اس کا مطلب یہ نہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یا فلاں فرمایا تھا بلکہ یہ اس طرح ہے جیسا کہ کوئی شاگرد جب اپنی کلاس کے بارے میں کسی کو حال دیتا ہے تو کہتا ہے کہ آج تو تمہارے استاد نے کلاس کے کچھ لڑکوں کو نام لے کر نکال دیا اور کہا کہ اے فُلاں تو بھی نکل

جا اور اے فلاں تو بھی نکل جا یعنی اُستاد نے تو یا فُلاں نہیں کہا تھا۔ اس نے تو نام ہی لیا تھا مگر شاگرد اس واقعے کو اس انداز میں پیش کر رہا ہے۔ یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو نام لے لے کر نکالا تھا مگر راوی نے اسے یا فُلاں اور یا فُلاں سے تعبیر کیا ہے کیونکہ فُلاں کا لفظ نام کے قائمقام ہوتا ہے۔ اس بناء پر علمائے لغت عرب فُلانَۃ کو غیر منصرف شمار کرتے ہیں کہ ایک سبب اس میں علمیت اور دوسرا تانیث مانتے ہیں۔ یعنی وہ "فلاں" کو بعینہٖ نام اور علم کے قائمقام شمار کرتے ہیں۔ یہ ایک علمی بحث تھی جو محض علماء کے لئے ہے۔

ان تمام باتوں سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ منافقین یہ جان رہے تھے کہ نبی A کو غیب کی خبر ہوگئی ہے مگر اس جاننے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے احترام کا پہلو نہ تھا بلکہ اس میں بھی ایک جھنجھلاہٹ اور غصہ تھا کہ انہیں یہ سب کیوں معلوم ہوگیا ہے اور یقیناً اس طرح بے دلی و بے رُخی سے ماننے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ جیسا کہ کسی نے کہا کہ ایسا علم غیب تو زید، عمرو، بکر، چوپایوں، بہائم، جانوروں سب کو ہے۔ العیاذ باللہ!

ارے اس طرح ماننے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اس کو ماننا نہیں کہتے ہیں بلکہ گستاخی کہا جاتا ہے۔

درحقیقت وسیلے کے پہلے منکر منافقین تھے

منافقین کو یہ بات پسند نہیں تھی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے اور اللہ کے درمیان وسیلہ بنائیں اور یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ جو شخص بھی کسی کے لئے دُعا کرتا ہے وہ اس شخص اور اللہ تعالیٰ کے درمیان وسیلہ ہوتا ہے کیونکہ وہ اس کے لئے اللہ تعالیٰ سے مانگ رہا ہوتا ہے۔

پس یہ بات بالکل عیاں ہوگئی کہ جب رسول اللہ A کسی کے لئے اللہ

تعالیٰ سے مغفرت طلب فرمائیں گے تو آپ A اس شخص اور اللہ تعالیٰ کے درمیان وسیلہ قرار پائیں گے جبکہ یہی بات تو منافقین کو پسند نہ تھی۔

اب اس پس منظر میں سورۃ منافقون کی آیت نمبر ۵ ملاحظہ فرمائیں۔

رب العالمین نے ارشاد فرمایا وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا جب ان سے کہا جائے کہ آؤ یَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ کہ رسول اللہ تمہارے لئے مغفرت طلب فرمائیں (تو اس صورتِ حال میں کہ رسول اللہ A ان کے لئے مغفرت طلب فرمائیں تو آپ A اللہ تعالیٰ اور ان بندوں کے درمیان وسیلہ بن جائیں گے جو کہ انہیں منظور نہیں تھا تو جواباً ان کی کیفیت یہ ہوگئی۔) لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ کہ وہ انکار کرتے اور بہانے تراشتے ہوئے اپنے سروں کو گھماتے ہیں اور گردنوں کو مٹکاتے ہیں۔ وَرَاَیْتَهُمْ یَصُدُّوْنَ اور آپ دیکھتے ہیں کہ وہ رک رہے ہوتے ہیں۔ ان کو یہ بات پسند نہیں ہوتی کہ وہ آپ A کی بارگاہ میں آئیں۔ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ O اس حال میں کہ وہ تکبر کرتے ہیں۔(س ۶۳، آیت ۵)

یعنی انہیں یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے جیسے کے پاس جا کے کیوں کہیں کہ ہمارے لئے مغفرت طلب کرو۔ یعنی ہم خود ہی ڈائریکٹ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لیں گے۔ کیا ضرورت پڑی ہے کہ ہم رسول اللہ A کو وسیلہ بنائیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیلہ ہونے پر آیت مبارکہ شاہد و گواہ ہے

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا O (النساء۔ آیت ۶۴)

ترجمہ: اور اگر وہ کبھی اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے تو آجاتے۔ آپ کے پاس پھر مغفرت طلب کرتے اللہ سے اور مغفرت طلب کرتا ان کے لئے رسول تو ضرور پاتے اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا، بے حد رحم فرمانے والا۔

پروردگار نے فرمایا۔ وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْظَّلَمُوْا اَنْفُسَھُمْ جَاءُ وْکَ۔ اگر انہوں نے اپنا جانوں پر ظلم کر ہی لیا تھا تو اے حبیب! وہ آپ کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوگئے ہوتے۔ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰہَ۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگی ہوتی۔ وَاسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلُ اور رسول بھی ان کے سفارشی بنے ہوتے۔ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا۔ تو یقیناً انہوں نے اللہ رب العالمین کو توبہ قبول فرمانے والا اور انتہائی رحمت فرمانے والا پایا ہوتا۔

آپ نے اس آیت کریمہ میں ملاحظہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو خود اپنے حبیب پاک A کی بارگاہ اقدس میں جانے کے متعلق ارشاد فرما رہا ہے اور پھر اپنے حبیب پاک A کے متعلق فرما رہا ہے کہ جب وہ ان کے سفارشی بنیں گے تب ان لوگوں کی بات بھی یقیناً بن جائے گی۔ واضح رہے کہ یہی تو وسیلہ ہوتا ہے۔

منافقانہ طور پر وسیلہ بنانا

یہ بات نہیں ہے کہ منافقین سرکارِ مدینہ سے بظاہر استغفار یا وسیلہ کے قائل نہیں تھے۔ وہ اوپر اوپر سے مان بھی لیتے تھے لیکن دِل سے نہیں مانتے تھے جبکہ معاملہ اصل میں دل کا ہے۔ جیسا کہ رب العالمین نے فرمایا۔ سَیَقُوْلُ لَکَ الْمُخَلَّفُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ۔ (سورۃ فتح۔ آیت ۱۱) عنقریب یہ جو حدیبیہ کے سفر میں پیچھے رہ جانے والے دیہاتی گنوار ہیں، آپ سے کہیں گے شَغَلَتْنَا اَمْوَالُنَا وَاَھْلُوْنَا۔ ہمیں تو ہمارے اموال اور عیال نے مشغول کر رکھا اور ہم اس وجہ سے نہیں آسکے۔ بہانے تراشیں گے اور کہیں گے فَاسْتَغْفِرْ لَنَا۔ آپ ہمارے لئے مغفرت طلب فرمائیں۔ پروردگار نے فرمایا۔ یَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِھِمْ مَّالَیْسَ فِیْ قُلُوْبِھِمْ۔ یہ بات زبان کی نوک سے تو کہیں گے لیکن ان کے دِل میں یہ بات نہیں ہے۔

گستاخی کا دل سوز واقعہ

دیکھئے رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی باوجود کلمہ پڑھنے کے گاہ بگاہ مسلمانوں کو تنگ کرتا رہتا تھا۔ اللہ اکبر! ایک دفعہ کا واقعہ ہے میرے آقا کی بارگاہِ اقدس میں صحابہ کرام نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ عبداللہ بن ابی کے پاس تشریف لے چلیں۔ یعنی شاید آپ کے جانے سے وہ حیا کرے اور راہِ راست پر آجائے۔ تنگ کرنا اور گستاخی کرنا چھوڑ دے۔ صحابہ کرام کے اصرار پر میرے آقا اس کے پاس تشریف لے گئے۔ یہ بخاری شریف کی حدیث پاک ہے۔

مزید متعدد تفاسیر کے علاوہ تفسیراتِ احمدیہ میں بھی ہے۔

جب بخاری شریف کا نام آگیا تو میرے خیال میں کسی اور حوالہ دینے کی خاص ضرورت نہیں رہ جاتی۔ الغرض صحابہ کرام کے اصرار پر سرکارِ دو عالم A جب اس کے پاس تشریف لے گئے تو آپ اس وقت گدھے پر سوار تھے تو اس گندے شخص نے ایک بڑا ہی گندا جملہ بولا۔ اس نے کہا اِلَیْکَ عَنِّیْ۔ ذرا دور ہٹ کے پرے ہٹ کے کھڑے ہوں۔ واللہ لقد اذانی نتن حمارک۔ اللہ کی قسم آپ کے گدھے کی بو نے مجھے تکلیف پہنچائی ہے۔ بس اس کا یہ جملہ کہنا تھا کہ قال رجل من الانصار۔ ایک انصاری صحابی حضرت عبداللہ بن رواحہ وہیں بول پڑے۔ انہوں نے فوراً کہا۔ واللہ لحمار رسول اللہ ﷺ اطیب ریحا منک۔ اللہ کی قسم سرکارِ مدینہ کا گدھا مبارک تجھ سے زیادہ خوشبودار ہے اور تفسیراتِ احمدیہ اور دیگر تفاسیر میں یہ واقعہ اس طرح درج ہے کہ انہوں نے کہا واللہ ان بول حمارہ لا طیب من مسک۔ (تفسیراتِ احمدیہ۔ صفحہ ۶۷۳) اللہ کی قسم سرکارِ مدینہ کے گدھے مبارک کا پیشاب تیری کستوری سے زیادہ خوشبودار ہے کیونکہ عبداللہ بن ابی اپنے جسم پر کستوری لگائے رکھتا تھا۔ جب یہ بات ہوئی تو ظاہر ہے وہ اپنی قوم کا سردار

تھا اور وہاں پر اس کی قوم کے ایک ہزار سے زیادہ افراد آباد تھے۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن رواحہ کو گالی دی تو انہوں نے بھی جواب دیا۔ پھر کیا تھا لڑائی شروع ہو گئی۔ لڑائی کا منظر حدیث پاک میں اس طرح آتا ہے۔ بالجرید: لاٹھی کے ذریعے سے لاٹھی چارج ہو رہا ہے۔ والایدی: ہاتھوں کے ذریعے سے گھونسے مارے جارہے ہیں۔ مکے برسائے جارہے ہیں۔ طمانچے لگائے جارہے ہیں۔ والنعال: اور جوتوں کے ذریعے سے، ایک دوسرے کو جوتے لگائے جارہے ہیں۔

آپ ملاحظہ فرمایئے کہ یہ لڑائی اس بناء پر نہیں ہو رہی کہ اس منافق نے میرے آقا A کی شانِ اقدس میں گستاخی کی تھی بلکہ اس نے تو میرے آقا A کے گدھے مبارک کی شان میں گستاخی کی تھی۔ تب ہی تو عبداللہ بن رواحہ نے بھی جواب میں آقا A کے گدھے مبارک کا ذکر کیا تھا۔

ارے صحابہ کرام کو تو یہ بھی گوارا نہ تھا کہ آقا A کے گدھے مبارک کی شان میں گستاخی کی جائے چہ جائیکہ ہم گستاخانِ مصطفیٰ سے میل جول رکھیں اور اپنے تعلقات کو بڑھائیں اور اُن کی تعظیم کرتے پھریں۔

منافقین اور ان کی نمازِ جنازہ

میرے آقا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام، رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کی نمازِ جنازہ پڑھانے کے لئے کھڑے ہوئے تو حضرت عمر بن خطاب نے پیچھے سے دامن مبارک کو تھام لیا۔ بخاری شریف میں حدیث ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ A! الیس اللہ نھٰک ان تصل علی المنٰفقین

یارسول اللہ! کیا اللہ نے آپ کو منع نہیں کیا کہ آپ منافقین کی نمازِ جنازہ پڑھائیں۔ میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اے عمر! پرے ہٹ جاؤ۔ انا بین خیرتین۔ مجھے پڑھانے اور نہ پڑھانے دونوں چیزوں کا اختیار ہے۔ یعنی رب

العالمین نے مجھے یہ فرمایا ہے۔ اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْلَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِیْنَ مَرَّةً فَلَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ۔ کہ آپ ان کے لئے استغفار فرمائیں یا نہ فرمائیں۔ ستر مرتبہ بھی فرمائیں گے پھر بھی اللہ تعالیٰ ان کو نہیں بخشے گا۔ رب نے مجھے یہ نہیں فرمایا کہ آپ استغفار نہ فرمائیں۔ رب نے فرمایا۔ آپ استغفار فرمائیں یا نہ فرمائیں میں نہیں بخشوں گا۔ بخشش کا ہونا نہ ہونا یہ الگ بات ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نہیں بخشے گا، اس کی مرضی۔ رب تعالیٰ نے تو مجھے نہیں روکا۔ انا بین خیرتین۔ مجھے دونوں چیزوں کا اختیار ہے۔ لوگوں نے اس کا مطلب یہ لے لیا ہے کہ حضور کو پتہ ہی نہیں تھا، اس لئے منافق کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ (العیاذ باللہ)

میں پوچھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کو تو پتہ تھا اور اگر منافق کی نمازِ جنازہ سے روکنا ہی تھا تو وہی آیت مبارکہ چند لمحے پہلے نازل فرما دیتا جسے بعد میں نازل فرما کر روکا گیا تھا۔ مگر ایسا نہیں کیا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ اس وقت روکنا مقصود نہ تھا۔ تب ہی تو میرے آقا نے فرمایا۔ انا بین خیرتین۔ میں دونوں اختیاروں کے درمیان ہوں۔ مجھے رب العالمین نے دونوں چیزوں کا اختیار دیا ہے۔ میں ان کے لئے مغفرت طلب کروں یا نہ کروں اور دیگر رواتیوں میں آتا ہے۔ میرے آقا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ خَیَّرَنِیْ رَبِّیْ۔ مجھے میرے رب نے اختیار دیا ہے۔ بہر کیف میرے آقا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔

جب پڑھا کے فارغ ہوئے تو رب العالمین نے فرمایا۔ وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ۔ (پ۱۰، س۹، التوبہ، آیت ۸۴)

آئندہ کبھی کسی منافق کی نمازِ جنازہ نہ پڑھائیں اور نہ ہی اس کی قبر پر کھڑے ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ جس قبر پر کھڑے ہونے سے منع کیا گیا ہے وہ مومنین کی قبریں نہیں، وہ منافقین کی قبریں ہیں اور نہ میرے غوث، وہ میرے داتا، وہ

میرے خواجہ اور میرے بابا کی قبور پر انوار نہیں ہیں اور نہ وہ غوث بہاؤالدین، حضرت شاہ جہان اور میاں میر صاحب کی قبور اقدس ہیں۔

پیارے بھائیو! وہ منافقین کی قبریں ہیں۔ جس پر کھڑا ہونے سے منع کیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہوا۔ وَلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ۔ اور اس کی قبر پر نہیں کھڑے ہونا۔

امام کاظمی کا ایمان افروز نکتہ

میرے شیخ اور میرے مرشد گرامی غزالیٔ زماں رازیٔ دوراں علیہ الرحمۃ والرضوان ایک مرتبہ تقریر فرما رہے تھے۔ علماء کا جم غفیر تھا اور یہی سوال آ گیا۔ آپ علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔ اے لوگو! سرکار مدینہ A نے عبداللہ بن ابی کے لئے دُعائے مغفرت فرمائی ہی نہیں۔ "علماء حیران ہیں کہ کیسی بات کردی ہے غزالیٔ عصر نے" تو آپ علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔ بتاؤ! تم جنازہ میں یہ دُعا کرتے ہو نا۔ اللھم اغفر لحینا ومیتنا وشاھدنا وغائبنا وصغیرنا وکبیرنا۔ یا اللہ! تو ہمارے زندوں کو بخش دے، ہمارے مردوں کو بخش دے، وہ ہمارا تھا ہی کب وہ تو ہمارا نہیں تھا۔ میرے آقا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے درحقیقت اس کے لئے دُعا فرمائی ہی نہیں۔ وہ جن کا تھا ان کے پاس چلا گیا۔ انہیں مبارک ہو۔

دیکھئے اور غور فرمایئے! پیارے بھائیو! بات بالکل دو اور دو چار ہو چکی۔ سمجھنے والے ساری باتیں سمجھ چکے لیکن اب بات ذرا وضاحت سے کروں گا۔ بس تھوڑی سی توجہ کریں۔

پیارے بھائیو! ایک بات اور عرض کردوں۔ منافقین کی نمازیں دیکھ کر، ان کے روزوں کو دیکھ کر، ان کے جہاد میں شامل ہونے کو دیکھ کر، ان کے ذِکروفکر کو دیکھ کر بعض صحابہ بھی متزلزل ہو گئے تھے اور اس بناء پر ان کے بارے میں صحابہ کرام میں بھی

دو گروہ ہو گئے تھے۔ کچھ کہتے یہ واجب القتل ہیں۔ ان کے نماز و روزہ پر نہیں جانا چاہئے۔ جن میں سرفہرست حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے لیکن کچھ کہتے تھے نہیں نہیں ٹھیک ہے۔ رہنے دو، کوئی بات نہیں، نمازیں تو پڑھ رہے ہیں، روزہ تو رکھ رہے ہیں اور کیا چاہئے اور سرکارِ مدینہ A نے بھی ابھی تک ان کے بارے میں کوئی حتمی فیصلہ نہیں دیا تھا۔ جب یہ صورتحال ہوئی تو رب العلمین نے فرمایا۔ فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنَافِقِينَ فِئَتَيْنِ اے میرے محبوب کے غلامو! تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ تم منافقین کے معاملہ میں دوگروہ بن گئے ہو۔ وَاللّٰهُ أَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی حرکتوں کے سبب ان کو منہ کے بل اوندھا گرا دیا ہے۔ أَتُرِيدُونَ أَنْ تَهْدُوا مَنْ أَضَلَّ اللّٰهُ۔ کیا تم ارادہ کرتے ہو کہ تم ہدایت دے دو گے اسے، جسے اللہ نے گمراہ کیا ہے۔ وَمَنْ يُضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ سَبِيلًا۔ (النساء، آیت ۸۸) اور جسے اللہ گمراہ کرتا ہے اس کے لئے تم کوئی بھی راستہ نہیں پا سکتے ہو۔

دیکھئے! مطلب یہ ہے کہ منافقین کے بارے میں اہل ایمان کی ہر زمانے میں دو دو رائے ہوتی رہی ہیں۔ مثلاً بھائی! نماز ہر ایک کے پیچھے ہو جاتی ہے۔ نماز تو اللہ کی پڑھنی ہے کہ جی وہ نمازیں تو پڑھتے ہیں، روزے تو رکھتے ہیں، قرآن مجید کی تلاوت تو کرتے ہیں، یہ درس قرآن تو دیتے ہیں، درس حدیث تو پڑھاتے ہیں۔ میرے آقا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے سے منافقین کے بارے میں دو رائے ہوتی چلی آئی ہیں جبکہ آیت مذکورہ کے نزول کے بعد اب ہمارے لئے جائز نہیں رہا کہ ہم منافقین کے بارے میں کسی قسم کی نرمی یا تردد کا شکار ہوں۔

آیت کریمہ دوبارہ ملاحظہ فرمائیں۔ فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنَافِقِينَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ أَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوا ۚ أَتُرِيدُونَ أَنْ تَهْدُوا مَنْ أَضَلَّ اللّٰهُ وَمَنْ يُضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ سَبِيلًا O (النساء آیت ۸۸) تو تمہیں کیا ہوا کہ منافقوں

کے بارے میں تم دو گروہ ہو گئے اور اللہ نے انہیں اوندھا کر دیا ان کے کاموں کی وجہ سے۔ کیا تم ارادہ کرتے ہو کہ اسے ہدایت کرو جسے اللہ نے گمراہ کر دیا اور جسے اللہ گمراہ کرے تو (اے مخاطب) اس کے لئے تو ہرگز کوئی راہ نہ پائے گا۔ دیکھئے اور غور کیجئے! منافقین دراصل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گستاخ تھے۔ وہ کیسے؟ بخاری و مسلم (صحیحین) میں یہ حدیث پاک ہے۔ ان کے علاوہ بھی دیگر کئی کتب حدیث میں یہ حدیث پاک موجود ہے۔ بہر حال جب صحیحین کا نام آ جائے تو بات ہی ختم ہو جاتی ہے۔

فیصلہ کن حدیث

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہِ اقدس میں یمن سے کچھ سونا بھجوایا تو آپ A نے اسے چار لوگوں میں تقسیم فرما دیا۔ جس پر بعض بے شعور لوگوں نے چہ میگوئیاں کیں۔ جب ان کی باتیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہِ اقدس میں پہنچیں تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ تم مجھے امین نہیں سمجھتے حالانکہ میں آسمان والوں کا امین ہوں اور مجھ پر صبح و شام آسمان والوں کی خبریں آتی ہیں تو اسی اثناء میں ایک منافق کھڑا ہوتا ہے۔

اب آپ گستاخِ مصطفیٰ کا حلیہ سماعت فرمائیے اور سر دھنئے! حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص جس کی آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئی تھیں، رخسار پھولے ہوئے، پیشانی ابھری ہوئی (ڈراؤنی) گھنی داڑھی والا، گنجا سر منڈا ہوا، اپنی تہبند اٹھائے ہوئے کھڑا ہوا اور کہا۔ اے اللہ کے رسول! اللہ سے ڈر (یعنی تقسیم میں انصاف سے کام لے) تو آپ A نے ارشاد فرمایا۔ تیرے لئے ہلاکت ہو، کیا میں تمام روئے زمین والوں میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا نہیں ہوں۔ پھر اس شخص نے پیٹھ پھیری اور جانے کی کی۔

تو اس پر حضرت خالد بن ولید اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے عرض کیا۔یا رسول اللہ! کیا ہم اس کی گردن نہ ماردیں تو آپ نے فرمایا نہیں۔وہ کبھی نماز پڑھتا ہوگا تو حضرت خالد بن ولید نے عرض کیا کہ ایسے بے ایمان نماز پڑھنے والے تو بہت ہیں، زبان سے کچھ کہتے ہیں اور دل میں کچھ رکھتے ہیں۔اس پر میرے آقا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ مجھے ان لوگوں کے دلوں اور پیٹوں کے معائنہ کرنے کے بارے میں نہیں فرمایا گیا۔یعنی یہ جو کچھ کر رہے ہیں خود بھگتتے پھریں گے۔پھر آپ نے دیکھا تو وہ شخص واپس جا رہا تھا تو میرے آقا A نے ارشاد فرمایا۔اس کی نسل سے ایک ایسی قوم ہوگی (اس کے ساتھی ہوں گے) جو قرآن کو انتہائی تراوت اور خوش الحانی کے ساتھ پڑھیں گے لیکن وہ ان کے حلقوم سے نیچے نہیں اترے گا۔وہ دین میں ٹھہریں گے نہیں بلکہ وہ اس سے اس طرح نکل جائیں گے جیسا کہ تیر شکار سے گزر جاتا ہے کہ اس تیر پر شکار کا کوئی اثر معلوم نہیں ہوتا اور میرے آقا A نے ارشاد فرمایا۔اے عمر! اسے چھوڑو! یہ اکیلا نہیں ہے۔فَاِنَّ لَہٗ اَصْحَابًا (اس کے ایسے ساتھی ہیں کہ تم اپنی نماز روزوں کو ان کی نماز اور روزوں کے سامنے حقیر جانو گے) وہ قرآن پڑھیں گے لیکن وہ ان کے حلقوم سے نیچے نہ اترے گا

فاینما لقیتموھم فاقتلوھم فان فی قتلھم اجرا لمن قتلھم یوم القیامۃ کہ تم انہیں جہاں پاؤ قتل کر دو کیونکہ جو بھی انہیں قتل کرے گا قیامت کے دن اسے بہت اجر ملے گا۔

مشکوٰۃ شریف ص ۳۸ میں ان لوگوں کے متعلق حدیث پاک اس طرح بھی آئی ہے۔عن علی قال قال رسول اللہ ﷺ یوشک ان یاتی علی الناس زمان لا یبقی من الاسلام الا اسمہ ولا یبقی من القران الا رسمہ مساجدھم عامرۃ وھی خراب من الھدیٰ علماء ھم شر من تحت

ادیم السماء من عندھم تخرج الفتنة وفیھم تعود (رواہ البیھقی)۔
حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ رسول اللہ A نے ارشاد فرمایا کہ عنقریب لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا کہ اسلام کا محض نام ہی نام رہ جائے گا اور قرآن کی محض رسم باقی رہ جائے گی۔ ان لوگوں کی مسجدیں آباد ہوں گی لیکن ہدایت سے خالی ہوں گی اور ان کے علماء آسمان کے نیچے بدبخت ترین لوگ ہوں گے۔ انہیں میں سے فتنے پھوٹیں گے اور انہیں میں لوٹ جائیں گے یعنی وہ اپنے پیدا کردہ فتنوں کی زد میں خود ہی آجائیں گے۔ جیسا کہ آج کل ہو رہا ہے۔

میرے آقا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس وقت ان کو قتل کرنے کے بارے میں نہیں فرمایا۔ وجہ کیا ہے؟ پیارے بھائیو! اس کا جواب حدیث شریف میں موجود ہے۔ بخاری شریف اور ترمذی شریف میں ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم، عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین کی حرکتیں بہت زیادہ بڑھتی جارہی ہیں۔ آپ اجازت دیں میں اسے قتل کرتا ہوں۔ اس پر آپ A نے فرمایا۔ دعہ یا عمر۔ اے عمر! اس کو چھوڑ دو۔ وجہ یہ ہے کہ لایتحدث الناس ان محمدا یقتل اصحابہ۔ کہیں لوگ ایسی باتیں نہ کرنے لگ جائیں کہ محمد عربی A تو اپنے ساتھیوں کو بھی قتل کردیتے ہیں۔ یعنی لوگ تو یہ دیکھتے ہیں نا کہ کلمہ پڑھنے والا ہے اور اس میں کوئی فرق نہیں کرتے اور حقیقت حال نہیں سمجھتے ہیں۔

میرے آقا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ نہیں نہیں انہیں چھوڑ دو کیونکہ لوگ خوامخواہ باتیں نہ کرنے لگ جائیں۔ لوگ کہیں غلط نہ سمجھ بیٹھیں۔ اللہ اکبر! پیارے بھائیو! دیکھو ذرا غور کرو! میرے آقا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ مسلم شریف میں یہ الفاظ اس انداز پر آرہے ہیں۔ یخرج قوم من امتی۔

میری امت میں ایک قوم ظاہر ہوگی۔ یقرء ون القران۔ قرآن پڑھیں گے (تو بظاہر یوں معلوم ہوگا کہ) لیس قراء تکم الی قراء تھم بشی۔ کہ تمہاری قراۃ ان کی قراۃ کے سامنے کچھ بھی نہیں ہوگی۔ ولا صلوتکم بصلوتھم بشی ولا صیامکم الی صیامھم بشی۔ تمہاری نمازیں ان کی نمازوں کے سامنے کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتی ہوں گی اور نہ ہی تمہارے روزے ان کے روزوں کے سامنے کچھ وقعت رکھتے ہوں گے۔ یقرء ون القرآن اور وہ قرآن پڑھیں گے یحسبون ان لھم اور وہ گمان کریں گے کہ یہ قرآن ان کو نفع دے رہا ہے۔ میرے آقا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ وھو علیھم حالانکہ وہ ان کو ضرر پہنچا رہا ہوگا۔ یعنی یضل بہ کثیراً۔ کہ اللہ تعالیٰ بہت سے لوگوں کو اس کے ساتھ گمراہ کرتا ہے کا اظہار ہو رہا ہوگا۔

دیکھئے! ایک حدیث پیش کر رہا ہوں ذرا توجہ کی ضرورت ہے۔ یہ حدیث کبھی نہ بھولنا جواب پیش کرنے لگا ہوں۔ میرے آقا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ مشرق کی جانب سے ایک قوم نکلے گی۔ یقرء ون القرآن۔ قرآن پڑھیں گے اور وہ قرآن ان کے حلقوم سے نیچے نہیں اترے گا۔ وہ دین سے گزر جائیں گے جیسا کہ تیر شکار سے ہو کر گزرتا ہے۔ یعنی پھر اس میں لوٹیں گے نہیں "جس طرح کہ تیر واپس نہیں لوٹتا۔" فقیل عرض کیا گیا۔ ماسیماھم یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم ان کی نشانی کیا ہے جس سے ہم انہیں پہچان لیں؟

پیارے بھائیو! یہ نشانی میں نے نہیں، پیر مہر علی شاہ علیہ الرحمۃ نے نہیں، داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے نہیں، حضور سیدنا غوث الاعظم نے نہیں یا اعلیٰحضرت علیہ الرحمہ یا غزالیٔ زماں علیہ الرحمہ نے نہیں بتائی بلکہ ہمارے آقا و مولا غیب داں نبی A نے فرمائی۔ جب میرے آقا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا

گیا۔ماسیماھم یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم ان کی نشانی کیا ہے؟میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔سیماھم التحلیق ۔ان کی نشانی یہ ہے کہ وہ سروں پر استرا پھراتے ہوں گے یعنی استرا پھرانا یہ ان کی عادت ہوگی تب ہی تو یہ ان کی نشانی بنے گی۔مجھے اس پر کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔

یہ بات واضح رہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سوائے حج یا عمرہ کے سر پر استرا پھرانا ثابت نہیں ہے اور یہ نشانی بطور جماعت کے ہے کہ ان کی پوری جماعت کی یہ نشانی ہے نہ کہ فردِ واحد کی۔

میرے آقا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔مسلم شریف میں حدیث تحلیق کے جو کلمات ہیں وہ کچھ اس طرح سے ہیں۔ذکر رسول اللّٰہ قوما۔ میرے آقا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک قوم کا ذکر فرمایا۔آپ A نے فرمایا یکونون فی امتی ۔میری امت میں لوگ ہوں گے۔یخرجون فی فرقة من الناس۔جو لوگوں میں گروہ بن کے نکلیں گے۔ان کی نشانی یہ ہے۔سیماھم التحلیق کہ وہ استرا پھراتے ہوں گے۔وھم شر الخلق او من اشر الخلق۔ وہ انتہائی بدبخت ہوں گے۔

پیارے بھائیو!حدیث پاک میں آتا ہے۔میرے آقا سرکارِ مدینہ A کے خلیفہ ثانی امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص آیا۔ اس نے الذاریٰت کے معنی پوچھے۔آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اچھا تو وہی شخص ہے نا جس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شانِ اقدس میں گستاخی کی تھی۔آپ نے آستین چڑھائی اور کوڑا نکالا اور اس کو دو چار کوڑے جو لگائے تو اس کی پگڑی نیچے گر گئی۔اس کے سر پر بال تھے۔آپ نے فرمایا۔اگر تیرے سر پر بال نہ ہوتے یعنی اگر تو استرا پھراتا ہوتا تو میں تیرا سر قلم کر دیتا کیونکہ سرکارِ مدینہ A نے ایسے لوگوں

کے متعلق فرمایا تھا کہ اگر میں ان کو پاتا تو میں ان کو قتل کر دیتا۔

نمازی ہیں مگر مومن نہیں

ابن ابی شیبہ نے اور حاکم نے مستدرک کے اندر نقل فرمایا ہے۔

میرے آقا سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وجمیع اتباعہ وبارک وسلم نے فرمایا۔ یاتی علی الناس زمان۔ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا یجتمعون وہ اکٹھے ہوں گے۔ ویصلون فی المساجد اور مسجدوں میں نمازیں پڑھیں گے۔ ولیس فیھم مومن جبکہ ان میں سے ایک بھی مومن نہیں ہوگا۔ نمازیں پڑھیں گے مگر مومن نہیں ہوں گے۔

منافقین واجب القتل ہیں

بس آخری چند باتیں رہ گئی ہیں توجہ فرمائیے۔ پروردگار نے فرمایا لَئِنۡ لَّمۡ یَنۡتَہِ الۡمُنٰفِقُوۡنَ۔ اگر منافقین باز نہ آئے وَالَّذِیۡنَ فِیۡ قُلُوۡبِہِمۡ مَّرَضٌ اور وہ لوگ جن کے دلوں میں مرض ہے وہ باز نہ آئے وَالۡمُرۡجِفُوۡنَ فِی الۡمَدِیۡنَۃِ اور وہ لوگ جو مدینہ منورہ میں افواہیں پھیلاتے پھرتے ہیں وہ باز نہ آئے۔ لَنُغۡرِیَنَّکَ بِہِمۡ پروردگار نے ارشاد فرمایا اے محبوب! ہم ضرور آپ کو ان پر مسلط فرما دیں گے۔ ان پر اس طرح مسلط فرما دیں گے کہ ثُمَّ لَا یُجَاوِرُوۡنَکَ فِیۡہَاۤ اِلَّا قَلِیۡلًا کہ وہ آپ کے ساتھ مدینہ منورہ میں زیادہ نہیں ٹھہر سکیں گے۔ فرمایا: مَلۡعُوۡنِیۡنَ۔ لعنت کئے ہوئے۔ اَیۡنَمَا ثُقِفُوۡۤا جہاں پر بھی پائے جائیں۔ اُخِذُوۡا پکڑ لئے جائیں قُتِّلُوۡا تَقۡتِیۡلًا چن چن کر انہیں قتل کر دیا جائے۔ سُنَّۃَ اللّٰہِ فِی الَّذِیۡنَ خَلَوۡا مِنۡ قَبۡلُ یہ اللہ تعالیٰ کا پہلے سے طریقہ رہا ہے۔

گستاخان مصطفیٰ واجب القتل ہوئے اور آیت کریمہ کے کلمات بتلا رہے ہیں کہ یہ منافقین صرف مدینہ منورہ میں ہی نہ ہوں گے بلکہ جگہ جگہ پر پھیلے ہوئے ہوں

گے۔

عشقِ مصطفیٰ کا عجیب واقعہ

میرے آقا کی بارگاہ میں بوقت صبح ایک مسئلہ پیش ہوا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم ایک نابینا صحابی ہیں ان کی بیوی قتل ہوگئی۔ میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب یہ بات سنی تو لوگوں کو جمع فرمایا اور کہا اے لوگو! میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں اور جو میرا حق تم پر ہے اس حق کا واسطہ دیتا ہوں جس نے یہ معاملہ کیا ہے وہ کھڑا ہو جائے اور مجھے بتائے۔ وہی نابینا صحابی لرزتے قدموں کے ساتھ لوگوں کی گردنوں کو پھیلانگتے ہوئے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ ایک اور روایت میں آتا ہے کہ انہوں نے اپنے دو چھوٹے چھوٹے بچے گھر سے بلالئے اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم وہ میری بہترین رفیقۂ حیات تھی مگر یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم یہ آپ کو سب وشتم، گالی گلوچ کیا کرتی تھی۔ حضور میں نے اسے بڑا روکا مگر وہ باز نہیں آئی۔ میں نے اس کو بار بار روکا حضور وہ باز نہیں آئی۔ پھر مجھ سے رہا نہ گیا۔ گزشتہ رات جب اس نے آپ کی شان میں گستاخی کی اور آپ کو سب وشتم کیا "نعوذ باللہ معاذ اللہ" حضور مجھ سے برداشت نہ ہوا۔ میں نے خنجر لیا اور اس کے پیٹ میں گھونپ دیا اور میں نے اس کو مار دیا اور اس نے عرض کیا۔ ولی منھا ابنان مثل لولوءتین۔ حضور اس سے میرے موتیوں کی طرح کے دو بیٹے ہیں۔ وکانت بی رفیقۃ۔ وہ میری تو بہترین ساتھی تھی لیکن حضور کی گستاخ تھی۔ میرے آقا نے فرمایا۔ الا اشھدوا لوگو! سن لو! ان دمھا ھدر۔ اس کا خون رائیگاں گیا ہے۔ یہاں خون کے بدلے خون نہیں ہوگا۔ پروردگار نے ارشاد فرمایا۔ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِى الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا۔ منافقین جہنم کے نچلے ترین طبقے میں ہیں اور اے مخاطب! تم ان کے لئے ہرگز کوئی مددگار نہیں پاؤ گے۔ لیکن اہل ایمان کے

لئے سرکاردوعالم A مددگار ہوں گے۔(شفاعت کے موضوع پر ان شاء اللہ العزیز پھر کبھی کلام کریں گے)

ذرا غور فرمائیں! رب العلمین نے فرمایا۔ وَالَّذِیۡنَ یُؤۡذُوۡنَ رَسُوۡلَ اللّٰہِ لَہُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ۔ جنہوں نے اللہ کے رسول A کو ایذا دی ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ جَامِعُ الۡمُنٰفِقِیۡنَ وَالۡکٰفِرِیۡنَ فِیۡ جَہَنَّمَ جَمِیۡعَا۔ اللہ تعالیٰ منافقین اور کفار دونوں کو جہنم میں اکٹھا کردے گا۔ سب اکٹھے اس میں عیش کریں گے۔

دیکھئے اور غور کیجئے! ایک عورت میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سب وشتم کیا کرتی تھی۔ میرے آقا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: من یکفینی عدوی۔ کون ہے جو میرے دشمن کا سلسلہ تمام کردے تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نکلے اور اس کو قتل کردیا کیونکہ گستاخ مصطفیٰ واجب القتل ہوتا ہے۔ ایک اور بات بھی ذہن میں رکھ لیجئے۔

منافقین قیامت تک رہیں گے

منافقین صرف اسی زمانے میں نہیں تھے بلکہ قیامت تک آتے رہیں گے۔ بخاری شریف کی ایک حدیث پاک پیش کرتا ہوں۔ ذرا غور کیجئے۔ حدیث پاک میں آتا ہے۔ میرے آقا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ قرب قیامت میں دجال ظاہر ہوگا۔ دجال۔ جس وقت آئے گا تو پورے روئے زمین کو تلپٹ کر کے رکھ دے گا۔ شہروں اور بستیوں کو برباد کر کے رکھ دے گا۔ لیکن حرمین شریفین میں داخل نہیں ہوسکے گا۔ وجہ کیا ہے؟ کیونکہ وہاں کے راستوں پر فرشتے مامور کھڑے ہوں گے۔ پھر آپ A نے فرمایا۔ ثم ترجف المدینۃ لاھلھا۔ پھر مدینہ منورہ میں زلزلہ آئے گا۔ فیخرج اللہ کل کافر و منافق۔ اللہ تعالیٰ ہر کافر اور ہر منافق کو اس میں سے نکال

دے گا۔ یعنی منافق ہوں گے تب ہی تو نکلیں گے۔ یہ حدیث شریف اس بات کی دلیل ہے کہ ان زلزلوں کے وقت تک منافق مدینہ منورہ میں پائے جائیں گے اور اس کے بعد وہاں سے تو نکل آئیں گے مگر باقی جگہ پر تو پائے جائیں گے۔

اب ذرا دیکھئے اور غور فرمایئے، منافق سے بھی قبر میں سوال و جواب ہوگا اور مومن سے بھی نیز مشرک و کافر سے بھی ہوگا لیکن ہر ایک کے جوابات مختلف ہوں گے۔ یہ تین قسم پر مشتمل ہیں۔ جب کافر سے پوچھا جائے گا کہ مَنْ رَّبُّکَ۔ بتا تیرا رب کون ہے۔ وہ کہے گا لَا اَدْرِیْ۔ مجھے پتہ نہیں۔ میں نہیں جانتا۔ مومن سے پوچھا جائے گا مومن جواب دے گا رَبِّیَ اللّٰہُ۔ اور منافق کے بارے میں بخاری شریف صفحہ ۱۸۳ ج ا پر حدیث پاک ہے۔ میرے آقا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: واما المنافق او الکافر الخ۔ حدیث پاک کے اگلے کلمات سے واضح ہو رہا ہے کہ کافر سے مراد یہاں پر منافق ہے۔ فیقال لہ کہ اس منافق سے کہا جائے گا۔ ماتقول فی ھذا الرجل۔ کہ تو ان کے بارے میں کیا کہتا تھا تو منافق کہے گا ہاں میں کہتا تھا۔ مایقول الناس۔ جس طرح کہ لوگ کہتے تھے یعنی میں جانتا نہیں ہوں بس جس طرح لوگ کہتے تھے میں بھی کہہ دیا کرتا تھا۔ میں بھی کلمہ پڑھ لیا کرتا تھا۔ لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ۔ مگر میں دل سے نہیں مانتا تھا۔ مجھے پتہ نہیں تھا کہ یہ کون ہیں۔ ویقال اور کہا جائے گا لا دریت ولا طریت نہ تو نے جانا نہ تو نے صحیح طور پر اقرار کیا۔ نہ ہی تو نے صحیح معنی میں تصدیق کی۔ ویضرب بمطارق من حدید ضربۃ۔ اس کے سر پر ایک لوہے کا گرز مارا جائے گا۔ فیصیح صیحۃ۔ وہ زور سے دھاڑیں مارے گا۔ خوب چیخے گا۔ ویسمعھا من یلیہ غیر الثقلین اور اس کی چیخ پکار جن وانس کے علاوہ تمام چیزیں سنتی ہیں کہ حدیث پاک کے کلمات اما الکافر او المنافق میں او شک کے لئے آ رہا ہے یعنی راوی کو شبہ ہوگیا کہ حضور علیہ

الصلوٰۃ والسلام نے منافق کا لفظ فرمایا تھا یا کافر کا۔ مگر سوچنے کی بات یہ ہے کہ حدیث پاک کے اگلے کلمات سے یہ بات ظاہر ہو رہی ہے اور میت کا جواب یہ بات واضح کر رہا ہے۔ یہاں مراد منافق ہی ہے۔ وہ کافر نہیں جو رسول اللہ A کی رسالت کا ہی قائل نہ ہو کیونکہ جواب میں وہ یہ کہتا ہے کہ لوگ جس طرح زبان سے کہتے تھے، اس طرح میں بھی کہا کرتا تھا۔ یعنی وہ زبان سے کلمہ ادا کرتا تھا۔ اس کے باوجود راوی کے شبہے کی وجہ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہو سکتی کہ یہ حضرات بھی منافق کو کافر ہی جانتے تھے۔ یعنی منافق بھی در حقیقت کافر ہی ہوتا ہے۔

آخری بات پیش کر رہا ہوں۔ مشرک کے بارے میں رب العٰلمین نے فرمادیا۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ پروردگار نے فرمادیا۔ اللہ مشرک کو معاف نہیں فرمائے گا اس کے علاوہ جس کو چاہے گا معاف کر دے گا۔ لوگوں نے کہا اس کا مطلب یہ ہوا کہ منافق کی معافی بھی ہو سکتی ہے۔ ہرگز نہیں۔ اللہ منافق کو ہرگز معاف نہیں فرمائے گا۔ اگر ایسی بات ہے تو پھر اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ کافر کو بھی معاف فرما دے۔ دیکھیے! مثال کے طور پر آپ روس چلے جائیں، امریکہ چلے جائیں، چین کی طرف نکل جائیں تو آپ کو لاکھوں کروڑوں لوگ ایسے مل جائیں گے جو کہ اللہ تعالیٰ کو مانتے ہی نہیں۔ جب اللہ تعالیٰ کو مانتے نہیں ہیں تو ظاہر ہے وہ شرک بھی نہیں کرتے کیونکہ نہ تو وہ اللہ تعالیٰ کو مانتے ہیں اور نہ کسی اور کو جانتے ہیں۔ وہ تو کہتے ہیں کہ دنیا کھانے پینے عیش کرنے کے لئے ہے۔ جب تک زندگی ہے عیش کرو۔ مر جاؤ گے معاملہ ختم ہو گیا۔ وہ کافر تو ہیں مشرک نہیں۔ مشرک تو وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات میں کسی کو شریک ٹھہرائے۔ اس پر ہم نے کئی درس دیے ہیں۔

پیارے بھائیو! مشرک کو بھی معافی نہیں، کافر کو بھی معافی نہیں۔ مشرک کے

لئے تو رب العٰلمین نے فرمایا کہ شرک کو معاف نہیں کیا جائے گا تو کافر کے متعلق بھی فرمایا۔ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ثُمَّ مَاتُوْا وَھُمْ کُفَّار۔ وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے ہٹے پھر وہ اس حال میں مرے کہ وہ کافر تھے۔ فَلَنْ یَّغْفِرَ اللّٰہُ لَھُمْ۔ اللہ انہیں کبھی بھی معاف نہیں فرمائے گا۔ لیکن منافقین کے بارے میں اس طرح ذکر نہیں آیا۔ منافق کا ذکر بالکل عجیب انداز میں آرہا ہے۔ وجہ کیا ہے؟ بات اصل میں یہ ہے کہ ذرا تھوڑی سی تمہید سنئے۔

جو شخص مجھے برا بھلا کہہ جائے آپ کو حق نہیں آپ اسے معاف کریں۔ آپ اس کو لے کر میرے پاس آسکتے ہیں کہ کاظمی صاحب اسے معاف کردیں اور اسی طرح حضرت مولانا کی شان میں نعوذ باللہ کوئی گستاخی کرے۔ میرا حق نہیں ہے کہ میں اس کو معاف کروں۔ میں اس کو مولانا کے پاس لے کر آؤں گا کہ مولانا آپ اس کو معاف کردیں۔ مولانا معاف کردیں گے۔ آپ کی شان میں کوئی گستاخی کرے میرا حق نہیں ہے کہ میں اسے کہوں کہ جا بھائی! میں نے تجھے معاف کیا۔ نہیں ہر شخص کا اپنا اپنا حق ہے۔ منافق اصل میں گستاخ تو سرکار مدینہ کے تھے اور میرے آقا رحمۃ للعٰلمین ہیں۔ آپ نے تو اسے معاف کردینا ہے۔ پروردگار جانتا ہے کہ میرا حبیب تو معاف کردے گا۔ پروردگار نے بھی ایسی بات فرمائی جس سے اہل ایمان کا کلیجہ ٹھنڈا ہوگیا۔ فرمایا۔ اِسْتَغْفِرْ لَھُمْ۔ اے حبیب! آپ ان کے لئے استغفار طلب فرمائیں۔ اَوْلَا تَسْتَغْفِرْ لَھُمْ ۔یا ان کے لئے معافی طلب نہ فرمائیں۔ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَھُمْ سَبْعِیْنَ مَرَّۃً ۝ اگر ستر مرتبہ بھی ان کے لئے معافی طلب فرمائیں گے۔ فَلَنْ یَّغْفِرَ اللّٰہُ لَھُمْ۔ اللہ ان کو کبھی معاف نہیں کرے گا۔ اے حبیب A یہ آپ کے گستاخ ہیں۔ آپ کے پاس آئیں گے۔ آپ نے تو معافی دے دینی ہے اور کہہ دینا ہے۔ یا اللہ! تو بھی ان کو معاف فرمادے لیکن اے حبیب! اگر آپ کی

رحمت کا کوئی تقاضا ہے تو بھلے آپ فرمادیں مگر میری بھی محبت کی عزت کا کوئی تقاضا ہے۔اے حبیب! آپ ان کے لئے ستر مرتبہ بھی معافی مانگیں گے تو پھر بھی میں ان کو معاف نہیں کروں گا۔میرے آقا A نے فرمایا اگر میرے علم میں یہ بات ہوتی کہ ستر مرتبہ سے زیادہ تک رب العالمین معافی مانگنے سے ان کو معاف فرمادے گا تو میں ستر مرتبہ سے بھی زیادہ معافی مانگ لیتا۔(ملخص بخاری شریف ج۱،ص۱۸۲) یہاں پر یہ ستر کا وعدہ یہ عدد کے طور پر نہیں ہے بلکہ یہ اس طرح ہے کہ جس طرح ہم کہتے ہیں کہ میں نے بیسیوں مرتبہ یہ بات کہی ہے۔اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ میں نے بیس مرتبہ بات کہی یا میں نے سو بار کہا۔اس کا یہ مطلب نہیں کہ واقعی میں نے سو دفعہ کہا۔ مطلب یہ ہے کہ عدد مراد نہیں بلکہ کثرت مراد ہوتی ہے۔

گویا یہ فرمادیا کہ اے حبیب! صلی اللہ علیک وسلم آپ جتنی مرتبہ بھی ان کے لئے معافی مانگیں گے میں ان کو معاف نہیں کروں گا۔وجہ کیا ہے؟ وجہ یہ ہے بِاَنَّھُمْ کَفَرُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ۔انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا ہے۔ انہوں نے اصل میں کفر تو آپ A کے ساتھ کیا ہے مگر رب العالمین نے تو اپنا ذکر اس لئے ساتھ کیا کہ مَاوَدَّعَکَ رَبُّکَ وَمَا قَلٰی۔اللہ آپ سے بیزار نہیں ہوا اور نہ ہی اس نے کبھی آپ کو تنہا چھوڑا ہے۔

ممکن ہے کہ گستاخِ مصطفٰےؐ کو فوراً سزا نہ ملے

غور فرمایئے! پروردگار نے ارشاد فرمایا۔

اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ نُھُوْا عَنِ النَّجْوٰی ثُمَّ یَعُوْدُوْنَ لِمَا نُھُوْا عَنْہُ وَیَتَنٰجَوْنَ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِیَتِ الرَّسُوْلِ (س۵۸،المجادلۃ آیت ۸)

(اے محبوب!) کیا آپ نے ان لوگوں کو نہ دیکھا جنہیں (بری) سرگوشی سے منع کیا گیا تھا۔پھر وہ اسی چیز کی طرف لوٹے جس سے انہیں منع کیا گیا تھا اور

سرگوشی کرتے ہیں گناہ، سرکشی اور رسول کی نافرمانی کے ساتھ۔

پیارے بھائیو! دیکھو! ذرا غور کرو ان کے طرزِ عمل کے بارے میں پروردگار نے مزید ارشاد فرمایا۔

وَاِذَا جَآءُوْکَ حَیَّوْکَ بِمَا لَمْ یُحَیِّکَ بِهِ اللّٰهُ وَیَقُوْلُوْنَ فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ لَوْلَا یُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ ؕ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ ۚ یَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمَصِیْرُ

(پ ۲۸، المجادلۃ، آیت ۸)

اور جب وہ آپ کے پاس آتے ہیں تو آپ کو ایسے لفظوں میں سلام کرتے ہیں جن میں اللہ نے آپ کو سلام نہیں بھیجا اور اپنے دِلوں میں کہتے ہیں کہ ہمارے اس کہنے پر اللہ تعالیٰ ہمیں عذاب کیوں نہیں دیتا۔ ان کے لئے جہنم کافی ہے وہ اس میں پہنچیں گے تو وہ کیا ہی برا ٹھکانہ ہے۔

الحاصل: پروردگار نے فرمایا۔

وَیَقُوْلُوْنَ فِیْۤ اَنْفُسِهِمْ لَوْلَا یُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ ؕ

وہ اپنے دِلوں میں یہ کہتے ہیں کہ جو ہم (گستاخانہ جملے) کہتے رہتے ہیں اور گستاخیاں کرتے رہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ہمیں ان پر عذاب کیوں نہیں دے رہا۔

اگر یہ بات غلط ہے اور یہ رسول اللہ A کی شان میں گستاخی ہے تو اللہ تعالیٰ کا عذاب ہم پر کیوں نہیں آ رہا۔ ہم تو ٹھیک ٹھاک بیٹھے ہوئے ہیں۔ وہ اپنے دِل میں یہ بات کہتے رہتے ہیں ہم اتنی گستاخی کر رہے ہیں پھر بھی ہمیں عذاب نہیں مل رہا۔ یعنی یہ گستاخی کرنا غلط نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا **حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ** ۔ انہیں جہنم کافی ہے۔ **یَصْلَوْنَهَا فَبِئْسَ الْمَصِیْرُ** ۔ وہ اس میں پہنچیں گے تو کیا ہی برا ٹھکانہ ہے۔ یعنی یہ وقتی چھوٹ ان کو ملی ہوئی ہے وہ اس لئے کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہوں کیونکہ ان کا انجام نہایت برا ہوگا۔